قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ

یقیناً کامیاب ہوگئے ایمان والے۔ (سورۃ المؤمنون)

کامیاب مسلمان
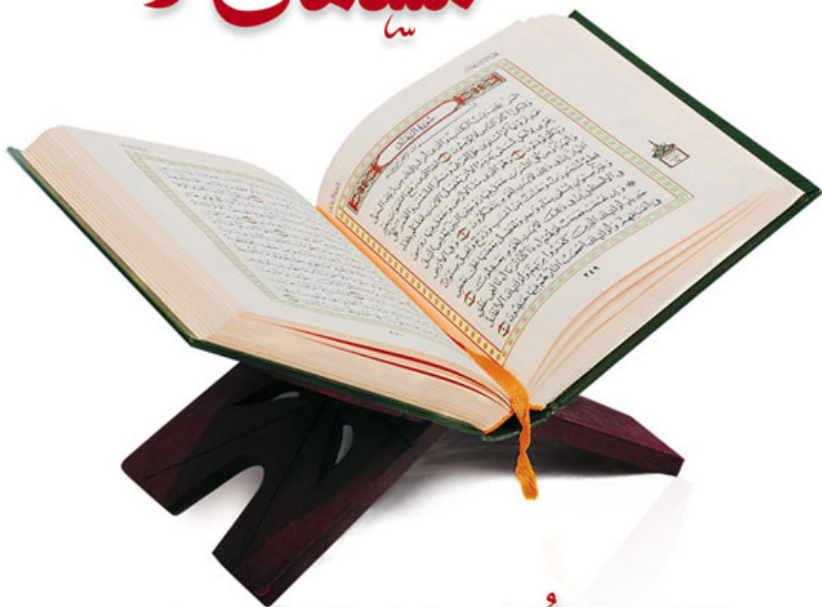
حضرت مولانا مَنْظُوْر یُوْسُفْ صاحب مدظلہ العالی

استاذ جامعہ فاروقیہ، امام وخطیب جامع مسجد رفاہِ عام

مَكْتَبَةُ الإِرْشَاد

سلسلہ اصلاحی مواعظ ۵

حضرت مولانا **منظور یوسف** صاحب مدظلہ العالی

استاذ جامعہ فاروقیہ، امام وخطیب جامع مسجد رفاہِ عام

مکتبۃ الارشاد

دوکان نمبر ۹، ریلوے اسٹیشن، رفاہ عام سوسائٹی، ملیر ہالٹ، کراچی۔

نام وعظ : کامیاب مسلمان

واعظ : حضرت مولانا منظور یوسف صاحب مدظلہ العالی

تاریخ طبع : ۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ

تعداد : ۱۱۰۰

ناشر : مکتبۃ الارشاد

مکتبۃ الارشاد

مکتبہ فکرِ آخرت

جامع مسجد رفاہِ عام ملیر ہالٹ

www.fikreakhirat.org

فہرستِ مضامین

۞۞۞۞۞

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ، أَمَّا بَعْدُ!
فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝﴾ (۱)

”کامیاب ہو گئے ایمان والے، جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرنے والے ہیں، اور جو فضول باتوں پر دھیان نہیں کرتے۔“

شانِ نزول

حضرت عمر بن خطاب ؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ پر جب وحی نازل ہوتی تو ہم آپ ﷺ کے اردگرد شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح کی آواز سنا کرتے تھے، ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ پر یہی کیفیت طاری ہوئی، تو ہم رُک گئے کہ دیکھتے ہیں کیا وحی اُترتی ہے، جب وحی اُتر چکی، تو نبی ﷺ نے فوراً قبلہ کی طرف اپنا رخ پھیر لیا اور یہ دُعا فرمائی:

﴿ اَللّٰهُمَّ زِدْنَا وَلَا تَنْقُصْنَا، وَأَكْرِمْنَا وَلَا تُهِنَّا، وَأَعْطِنَا وَلَا تَحْرِمْنَا، وَآثِرْنَا وَلَا تُؤْثِرْ عَلَيْنَا، وَارْضَ عَنَّا وَأَرْضِنَا ﴾ (۲)

”اے اللہ! ہمیں خیر عطا فرما، اور ہمارے لئے کمی نہ فرما اور ہمیں عزت عطا فرما، ذلیل نہ فرما اور ہمیں خوب عطا فرما، ہمیں محروم نہ کر اور ہمیں ترجیح دے، ہمارے اوپر کسی کو ترجیح نہ دے اور ہم سے راضی ہو جا اور ہمیں بھی راضی کر لے۔“

۱۔ سورہ مؤمنون: ۱-۳

۲۔ جامع الترمذی، ص: ۷۳۳، کتاب تفسیر القرآن، رقم الحدیث: ۳۱۷۳

پھر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”میرے اوپر دس ایسی آیات نازل ہوئیں جو شخص بھی ان مذکورہ مضامین پر عمل کرے گا، وہ جنت میں داخل ہوگا۔“(۱)

سورۃ کا تعارف

سورہ مؤمنون میں ۱۱۸ آیات، ۶ رکوع، ۱۸۴۰ الفاظ اور ۴۸۰۱ حروف ہیں۔

حقیقی کامیابی

اللہ تعالیٰ نے سورہ مؤمنون کے آغاز میں اہل ایمان کی وہ خاص صفات ذکر فرمائیں، جن پر اہل ایمان کی کامیابی کا دارومدار ہے۔

﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خٰشِعُوْنَ﴾ (۲)

”تحقیق ایمان والے کامیاب ہوگئے، جو اپنی نمازوں میں خشوع اختیار کرنے والے ہیں۔“

جن لوگوں میں یہ خوبیاں پائی جائیں، وہ مال و دولت نہ ہوتے ہوئے بھی کامیاب ہیں، اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کی کامیابی کے لئے ”فلاح“ کا لفظ استعمال کیا، یہ وہ مبارک لفظ ہے جو روزانہ اللہ کی طرف منادی کرنے والا موذّن بیس بار دہراتا ہے، چنانچہ روزانہ پانچ نمازوں کے لئے پانچ بار اذان ہوتی ہے اور ہر اذان میں دو بار یہ کلمہ مشروع قرار دیا گیا ہے، یوں یہ مبارک کلمہ دس بار اذانوں میں دہرایا جاتا ہے اور اس ترتیب سے دس بار پانچ نمازوں سے قبل اقامت میں ذکر کیا جاتا ہے، بار بار اس کامیابی کو دہرانے کا مقصد یہی ہے کہ انسان سمجھ لے کہ کامیابی وہی ہے جس کو اللہ نے کامیابی بتایا ہے، دنیا کی عارضی کامیابیوں سے وہ دھوکہ نہ کھائے، آج کوئی کہتا ہے کہ جس کو مالداری مل جائے، وہ کامیاب ہے، کوئی اعلیٰ ہنر میں کامیابی کا راز سمجھتا

۱۔ تفسیر ابن کثیر، ج:۴، ص:۴۶۳۔

۲۔ سورہ مومنون۔

ہے، کسی کی سوچ ہے کہ ملک گیری میں کامیابی کا ذریعہ ہے، یہ سارے کامیابی کے راز بندوں کے متعین کردہ ہیں، لیکن حقیقی کامیابی کا راز وہی ہے جو خالق انسان اللہ جل جلالہ نے مقرر فرمایا، وہ کامیابی ہر انسان حاصل کر سکتا ہے، اس کے لئے مال و متاع کی ضرورت نہیں، بلکہ مبارک اعمال کی ضرورت ہے، انسان کے بدن سے نکلنے والا ہر عمل شریعتِ مطہرہ کے مطابق ہو، زبان سے ادا ہونے والا کوئی بول شریعت کے خلاف نہ ہو، زندگی کے ہر شعبے میں اللہ کی مرضیات اور رسول اکرم ﷺ کی سنتوں کی پیروی کرے، تو یہ انسان کی بہترین کامیابی کی بہترین خوبیوں میں سے ہے، جو بھی کامیابی کی ان خوبیوں کو اپنائے گا، وہ کامیاب ہو جائے گا۔ ان بہترین خوبیوں میں سے پہلی خوبی ایمان ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''کامیاب ہو گئے ایمان والے''۔

ایمان کیا ہے؟

ایمان کہتے ہیں: ﴿تَصْدِيْقُ جَمِيْعِ مَا جَاءَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ﴾

یعنی نبی اکرم ﷺ جو دین لے کر آئے، دل و جان سے اُس کو تسلیم کرنا۔

اللہ تعالیٰ کے متعلق ایمان

مثلاً: اللہ تعالیٰ کو ذات کے اعتبار سے ایک ماننا اور صفات کے اعتبار سے بھی اکیلا ماننا، یعنی: اللہ کی قدرت کی طرح کسی کی قدرت نہیں، وہی عالم الغیب ہے، وہی مشکل کشا ہے، وہی روزی رساں ہے، وہی موت و حیات کا مالک ہے، وہی نفع و نقصان کا مالک ہے، اس کے دیکھنے کی طرح کسی کا دیکھنا نہیں، اس کے سننے کی طرح کسی کا سننا نہیں، وہ دیکھنے میں آنکھ کا محتاج نہیں، سننے میں کان کا محتاج نہیں، وہ ہمیشہ جسم اور مکان سے پاک ہے، عرش و کرسی اس کا مکان نہیں،

بلکہ اس کی قدرت کے مظاہر ہیں اور تجلیات کا مرکز ہیں، وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، سب اس کے محتاج ہیں، وہ کسی کا محتاج نہیں، ماں باپ، اولاد بیوی اور دیگر تمام رشتوں سے پاک ہے، ایک صاحبِ ایمان کا اللہ تعالیٰ کے متعلق یہی عقیدہ ہونا چاہیے۔

فرشتوں پر ایمان

کہ فرشتے اللہ کی نورانی مخلوق ہیں، نافرمانی نہیں کرتے، جس کام کا اللہ انہیں حکم دیتا ہے بخوبی اس کو انجام دیتے ہیں، یہ نہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں، نہ سوتے ہیں اور نہ یہ مرد ہیں اور نہ عورت۔

آسمانی کتابیں

جس طرح اللہ تعالیٰ پر، اس کے رسولوں پر اور فرشتوں پر ایمان لانا ضروری ہے، اسی طرح ان تمام کتابوں پر بھی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں پر نازل فرمائی ہیں، یہ ایمان لانا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ یہ کتابیں بھی سچی ہیں، چنانچہ اگر کوئی شخص ان آسمانی کتابوں پر، یا ان میں سے کسی ایک پر ایمان نہ لائے گا تو کافر ہو جائیگا۔

قرآن کریم کے بارے میں ہمارا عقیدہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو اس نے اپنے آخری نبی ﷺ پر جبرئیل علیہ السلام کے واسطے سے تئیس (۲۳) برس میں تھوڑا تھوڑا نازل فرمایا، قرآن کریم ایسا معجزہ ہے کہ جس کی نظیر قیامت تک کوئی پیش نہیں کرسکتا، قرآن کریم نے پہلی تمام آسمانی کتابوں کے احکام منسوخ کردیئے ہیں، قرآن کریم قیامت تک کے انسانوں کے لئے راہِ ہدایت، دستور العمل اور ضابطۂ حیات ہے۔

انبیا کرام علیہم السلام پر ایمان

ہر مومن کیلئے ضروری ہے کہ اجمالاً تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان لائے اور انکے بارے میں یہ عقیدہ رکھے کہ:

(۱) انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالی کے مقرّب ومحترم بندے ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے نبوت اور رسالت کیلئے منتخب فرمایا۔

(۲) تمام انبیاء کرام علیہم السلام صدق، امانت، علم اور حکمت میں تمام مخلوقات سے بلندو برتر ہیں۔

(۳) تمام انبیاء کرام علیہم السلام ہر قسم کے صغیرہ اور کبیرہ گناہوں، خصوصاً کفر اور شرک سے معصوم ہیں اور ان چیزوں سے اللہ تعالی نے ان کی نبوت ملنے سے پہلے اور بعد میں بھی حفاظت فرمائی ہے۔

(۴) تمام انبیاء بشر اور پاک ترین انسان ہیں، ان کی ہستیاں فرشتوں سے علیحدہ ہیں، چونکہ وہ بشر یعنی انسان تھے، اس لئے ان کے ساتھ بشری تقاضے بھی تھے۔

آنحضرت ﷺ کے بارے میں ہر مومن کے مندرجہ ذیل عقائد ہونا ضروری ہیں:

(۱) آپ ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام کے سردار ہیں۔

(۲) آپ سید الانبیاء والمرسلین ہیں، آپ کی رسالت پر ایمان لائے اور نبوت کی گواہی دیئے بغیر کسی شخص کا ایمان درست نہیں ہوسکتا۔

(۳) **افضل الخلائق**: آنحضرت ﷺ تمام مخلوقات میں افضل ترین اور اللہ کے محبوب و مقبول ترین بندے ہیں۔

(۴) **رسالت کا عام ہونا**: آنحضرت ﷺ قیامت تک کے آنے والے تمام لوگوں کیلئے اور ہر زمانے کیلئے رسول ہیں۔

(۵) ختم نبوت: اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو قیامت تک آنے والے تمام انسان و جنات کیلئے رسول بنا کر بھیجا ہے اور انبیاء و مرسلین کا سلسلہ آپ ﷺ کی نبوت پر ختم فرما دیا ہے، چنانچہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی، یا رسول نہیں آئے گا، قرآن کریم میں ارشادِ ربانی ہے کہ:

﴿وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ (۱)

"لیکن محمد ﷺ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔"

لہٰذا اس آیتِ کریمہ کی رو سے جو شخص بھی ختمِ نبوت کا انکار کرے گا وہ کافر ہو جائے گا۔

(۶) بشریت: آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے، کامل ترین انسان اور پاک ترین بشر ہیں، آپ ﷺ فرشتے، یا نور نہیں ہیں، بلکہ دیگر اولادِ آدم کی طرح آپ بھی حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے، یہی اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔

(۷) معراج: ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی پاک ﷺ کو جاگتے میں جسمِ اطہر کے ساتھ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ اور پھر مسجد اقصیٰ سے ساتوں آسمان کی سیر کرائی اور رات ہی میں آپ ﷺ واپس مکہ مکرمہ تشریف لے آئے۔

قیامت کے بارے میں عقیدہ

ہر انسان پیدا ہونے کے بعد تین ادوار سے گزرتا ہے:

(۱) پیدا ہونے کے بعد موت سے پہلے تک، یہ عالمِ دنیا ہے۔

(۲) موت کے بعد سے قیامت قائم ہونے تک، یہ عالم برزخ کا دور ہے، اگر مردہ قبر میں ہے، تو قبر اسکے لئے برزخ ہے اور اگر کسی درندے کے پیٹ، سمندر کی تہہ، یا ہواؤں کے دوش پر، غرض جہاں بھی ہو، اسکا عالمِ برزخ وہیں ہوگا۔

---

(۱) سورۂ احزاب: ۴۰۔

(۳) قیامت قائم ہونے کے بعد سے ہمیشہ ہمیشہ تک، یہ دارِ بقاء اور دارِ آخرت ہے۔

اعمال ناموں کا وزن ہوگا اور اعمال ناموں کے وزن کے لئے ''میزانِ عدل'' یعنی انصاف کا ترازو نصب ہوگا، جسکے داہنے پلڑے میں نیک اعمال اور بائیں پلڑے میں اعمال بد رکھے جائیں گے، جنکی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوگا ان کا نامۂ اعمال سیدھے ہاتھ میں دیا جائیگا اور جنکے گناہوں کا پلڑا بھاری ہوگا، ان کا نامۂ اعمال انکے بائیں ہاتھ میں تھما دیا جائے گا، نیکوکار خوشی کے مارے اپنا نامۂ اعمال دکھاتے ہونگے، جبکہ بدکار حسرت وافسوس کرتا پھرے گا، پھر سب کو پل صراط سے گزرنا ہوگا اور اس کے بعد جنت ہے یا جہنم، کافر ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا اور نافرمان مسلمان اپنی نافرمانی کی سزا پا کر جنت میں چلا جائے گا۔

نمازوں میں خشوع: فرمایا کہ کامیاب ہوگئے وہ ایمان والے جو نمازوں میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔

''خشوع'' کے معنی

نماز کی بہتری کے لئے'' خشوع'' اور'' خضوع'' کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

''خشوع'' کہتے ہیں اپنے دل کو جھکانا اور'' خضوع'' کہتے ہیں ظاہری اعضاء کو جھکانا، یعنی اللہ تعالیٰ کی بے حد تعظیم اور اس کے انتہائی خوف کی وجہ سے آدمی کا دل اللہ کی طرف متوجہ ہوجائے اور اس کے اعضاء حرکت نہ کریں، دائیں بائیں توجہ نہ کرے اور اپنے کپڑوں اور جسم کے ساتھ نہ کھیلے، جمائی لینے، انگڑائی لینے سے اجتناب کرے، آدمی کا دل مکمل نماز کی طرف متوجہ رہے۔ (۱)

ایک مرتبہ ایک آدمی نماز پڑھ رہا تھا اور اپنی داڑھی سے کھیل رہا تھا، اُسے دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ﴿لَوْ خَشَعَ قَلْبُهُ لَخَشَعَتْ جَوَارِحُهُ﴾

''اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضاء میں بھی خشوع ہوتا''۔ (۲)

---

(۱) روح المعانی، ص:۲۸۰، ج:۱۷۔

(۲) السنن الکبریٰ للبیہقی، باب کراھیۃ مسح الحصی، رقم الحدیث:۳۶۹۲۔

یعنی اس کے اعضاء شریعت کے قواعد کے مطابق نماز میں اپنی جگہ ہوتے، نماز چونکہ دربارِ عالی کی حاضری ہے، اس لئے پوری توجہ کے ساتھ نماز پڑھنے کی تعلیم دی گئی ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ظاہری اعضاء میں خشوع اسی وقت ممکن ہے جب دل میں خشوع پیدا ہو، اسی ظاہری خشوع کو ''خضوع'' سے بھی تعبیر کرتے ہیں، اسی لئے مفسرینِ کرام نے خشوع کی دو اقسام ذکر کی ہیں۔

(۱) ظاہری خشوع

سارے اعضاء میں خشوع ہو، مثلاً:

سر کا خشوع یہ ہے کہ سیدھا رہے، نہ اوپر کی طرف اٹھا ہوا ور نہ نیچے جھکا ہوا ہو، بلکہ سیدھا ہو۔

آنکھوں کا خشوع یہ ہے کہ آنکھ دائیں بائیں التفات نہ کرے، اگر قیام میں ہے، تو سجدے کی جگہ پر نگاہ جمائے اور اگر رکوع میں ہے، تو پاؤں پر، سجدے میں ناک پر، قعدہ کی حالت میں گود پر نگاہ رکھے اور دائیں طرف سلام پھیرتے وقت دائیں کندھے اور بائیں طرف سلام پھیرتے وقت بائیں کندھے پر نگاہ ہو۔

کانوں کا خشوع یہ ہے کہ نماز میں امام جب قرأت کر رہا ہو، یا وہ خود دیگر اوراد پڑھ رہا ہے تو ان کو سنے، اس لئے اس قدر اونچی آواز سے پڑھنے کا حکم ہے جس کو از خود سن سکے، تا کہ توجہ نہ بٹے۔

زبان کا خشوع یہ ہے کہ قرأت اور دیگر کلمات کو خوب اچھی طرح سے ادا کرے، صرف سوچنا کافی نہیں ہے، زبان کی حرکت ہونی چاہیے۔

ہاتھوں کا خشوع یہ ہے کہ سیدھے ہاتھ کو اپنے الٹے ہاتھ پر رکھ کر انتہائی تعظیم کے ساتھ ناف سے ذرا نیچے باندھ کر غلاموں کی طرح کھڑا ہو۔

پاؤں کا خشوع یہ ہے کہ ایک ہی جگہ پاؤں جمے رہیں، حرکت نہ کریں، دونوں پاؤں قبلے کی جانب سیدھے رہیں اور دونوں پاؤں کے درمیان کم از کم چار انگلیوں کا فاصلہ رہے۔ (۱)

(۲) باطنی خشوع

امام غزالی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ جس طرح نماز کے لئے جگہ کی پاکی، کپڑوں کی اور بدن کی پاکی ضروری ہے، اسی طرح نماز کے لئے دل کی پاکی بھی ضروری ہے، دل کو ریاکاری، شک، نفاق اور مسلمانوں کی جانب سے پیدا ہونے والی کھوٹ وغیرہ سے اچھی طرح پاک کر کے نماز میں کھڑا ہو، تو یہ نماز اس مومن کے لئے معراج بنے گی اور اسی طرح سے اللہ کا سارا غیر دل سے نکال دے، خواہ وہ اللہ کا غیر مال کی صورت میں ہے، خواہ وہ حبِّ جاہ کی صورت میں ہو، غرض یہ کہ دل کو جس قدر ہو سکے اچھی طرح مانجھ کر کے آئے اور دورانِ نماز دل مکمل طور پر حاضر رکھے اور مسلسل یہ خیال کرتا رہے کہ میں اللہ کے دربار میں کھڑا ہوں، تو اللہ کی رحمت کے انوار کا دل پر نزول ہوگا، بندے کی روح اللہ کی محبت کے سمندر میں ڈوبی رہے گی۔ (۲)

خشوع کا نہ ہونا بڑا نقصان ہے

﴿أَوَّلُ مَا تَفْقِدُوْنَ مِنْ دِيْنِكُمُ الْخُشُوْعَ وَ آخِرُ مَا تَفْقِدُوْنَ مِنْ دِيْنِكُمُ الصَّلَاةَ وَ تَنْتَقِضُ عُرَى الْإِسْلَامِ عُرْوَةً عُرْوَةً﴾

”سب سے پہلے تم اپنے دین میں سے خشوع کو گم کردو گے اور سب سے آخر اپنے دین سے نمازوں کو غائب پاؤ گے اور اسلام کی زنجیر ایک ایک کڑی ہو کر ٹوٹ جائے گی“۔ (۳)

---

(۱) تفسیر روح البیان، ج:۶، ص:۳۷۔

(۲) إحیاء العلوم، وروح البیان، ج:۶، ص:۳۷۔

(۳) تفسیر روح المعانی، ج:۱۷، ص:۲۸۲۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ:

﴿کَمْ مِّنْ قَائِمٍ حَظُّهٗ مِنْ قِیَامِهِ التَّعْبُ وَ النَّصَبُ﴾

''کتنے (ہی افراد) نماز میں کھڑے ہونے والے ایسے ہوتے ہیں کہ جن کو سوائے تھکن اور مشقت کے کچھ حاصل نہیں''۔ (۱)

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نماز میں بندہ سرگوشی کرتا ہے اور اگر دل غافل ہو، تو اسکی طرف اللہ دھیان نہیں دیتا۔ (۲)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

﴿لَا یَزَالُ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ مُقْبِلاً عَلَى الْعَبْدِ فِیْ صَلَاتِهٖ مَا لَمْ یَلْتَفِتْ فَإِذَا صَرَفَ وَجْهَهٗ اِنْصَرَفَ عَنْهُ﴾ (۳)

''اللہ تعالیٰ نماز کے وقت اپنے بندے کی طرف برابر متوجہ رہتا ہے، جب تک وہ دوسری طرف التفات نہ کرے، جب دوسری طرف التفات کرتا ہے، (یعنی گوشۂ چشم سے دیکھتا ہے)، تو اللہ تعالیٰ اس سے رخ پھیر لیتا ہے''۔

خشوع کے اسباب

پہلا سبب: وضو کا صحیح ہونا۔ وضو کو سنت و مستحبات اور آداب کی رعایت کر کے کرنا، اس لئے حدیث میں ہے: ﴿مِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ الطُّهُوْرُ﴾ (۴)

''وضو نماز کی چابی ہے''

اگر وضو صحیح ہوگا، تو نماز میں خشوع پیدا ہوگا۔ ظاہر ہے آپ نے چابی میکر سے چابی تو بنوالی، لیکن اگر اس کے دندانے صحیح نہ ہوئے، تو تالا نہیں کھلے گا، اسی طرح اگر وضو کی کوئی سنت رہ

---

(۱)(۲) تفسیر کبیر، ج:۲۳، ص:۶۸۔ (۴) جامع الترمذی، باب ماجاء أن مفتاح الصلاۃ الوضوء، رقم الحدیث:۳

(۳) سنن النسائی، کتاب السہو، باب التشدید فی الالتفات فی الصلوٰۃ۔

گئی، یا کسی مکروہ کا ارتکاب ہوگیا، تو وضو میں کمی آگئی، جب وضو میں کمی آئی، تو یقیناً اس کمی کا اثر نماز پر پڑھے گا، مثلاً: مسواک کی سنت ہی کو لیجئے، اس عظیم سنّت سے آج کس قدر غفلت ہے، حالانکہ نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿لَوْ لَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِيْ لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ﴾ (۱)

''اگر مجھے اپنی امت پر مشقت کا ڈر نہ ہوتا، تو میں ہر نماز کے وضو میں مسواک کا حکم دیتا''۔

وضو میں نیت

اسی طرح وضو کے شروع میں نیت کا کرنا، کیونکہ حدیث میں ہے کہ:

﴿إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ﴾ (۲)

''اعمال کے ثواب کا دارومدار نیت پر ہے''۔

اور وضو بھی چونکہ ایک عمل ہے، اس میں نیت کی جائے گی، تو ثواب ملے گا اور وضو کا ثواب دو طرح کا ہے:

(۱) گناہوں کا معاف ہونا: وضو کا پہلا ثواب یہ ہے کہ وضو سے آدمی کے گناہ معاف ہوتے ہیں، حدیث میں آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی وضو کرتے وقت کلی کرتا ہے اور ناک میں پانی ڈالتا ہے، تو اس کے منہ سے اور ناک سے گناہ نکل جاتے ہیں اور جب چہرہ دھوتا ہے، تو چہرے کے گناہ دھل جاتے ہیں، یہاں تک کہ آنکھوں سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں اور جب ہاتھوں کو دھوتا ہے، تو ہاتھوں کے گناہ بھی دھل جاتے ہیں اور جب مسح کرتا ہے، تو سر کے گناہ دھل جاتے ہیں، یہاں تک کہ کانوں سے بھی گناہ دھل جاتے ہیں اور جب پاؤں دھوتا ہے، تو پاؤں کے گناہ بھی صاف ہو جاتے ہیں، یہاں تک کہ ناخنوں کے گناہ بھی نکل جاتے ہیں اور پھر مسجد کی

---

(۱) سنن أبي داوٗد، باب السواک، رقم الحدیث: ۴۷۔

(۲) صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۱۔

طرف چلنا اور نماز پڑھنا مزید اجر وثواب اور گناہوں کی مغفرت کی باعث ہوتا ہے"۔ (۱)

(۲) قیامت میں چہروں کا چمکنا: نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ قیامت میں اپنے امتیوں کو کس طرح پہچانیں گے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "میری امت کے اعضاء وضو سے چمک رہے ہونگے"۔ (۲)

الغرض تمام سنتوں کی رعایت ہوگی، تو وضو بہتر ہوگا اور اس کی بہتری پر نماز کی بہتری کا دارومدار ہے۔

دوسرا سبب: فرض نماز کے لئے جلدی مسجد میں آنا، جن نمازوں سے قبل سنت مؤکدہ وغیرہ مؤکدہ پڑھنے کا حکم ہے، ان کو ادا کیا جائے، تاکہ فرض کے لئے پہلے سے مشق ہو جائے اور دل خیالات سے صاف ہو جائے اور فرائض کے بعد کی سنتوں اور نوافل کا بھی اہتمام کرے، تاکہ فرض کی کمی ان سے پوری ہو جائے۔

تیسرا سبب: نماز کا ترجمہ یاد ہو، تاکہ بندہ اللہ سے جب ہمکلام ہو، تو اسے معلوم ہو کہ میں رب سے کیا گفتگو کر رہا ہوں، لہٰذا کسی مستند عالمِ دین کی صحبت میں بیٹھ کر روزانہ دو چار لفظ ترجمہ کے سیکھ لیا کریں، دین سیکھنے میں آدمی شرم محسوس نہ کرے اور نہ یہ سوچے کہ سکھانے والا مجھ سے عمر میں چھوٹا ہے، بلکہ جب اور جس عمر میں آدمی کو موقع مل جائے، سیکھنے کی کوشش کرتا رہے، اگر سیکھتے سیکھتے موت آ گئی، پورا نہ سیکھ پایا، تو انشاء اللہ آخرت میں مؤاخذہ نہ ہوگا اور اگر کوشش ہی نہ کی، تو بہرحال پکڑا جائے گا۔

چوتھا سبب: جب امام قرآت کر رہا ہو، یا از خود اکیلے نماز پڑھ رہا ہو، تو جو پڑھا جا رہا ہے، اس کی طرف دھیان ہو۔ ان اسباب کو اختیار کریں، انشاء اللہ نماز میں خشوع پیدا ہوگا۔

❁❁❁❁❁

---

(۱) سنن النسائی، کتاب الطہارۃ، باب مسح الأذنین علی الرأس، رقم الحدیث: ۱۰۳۔

(۲) صحیح المسلم، کتاب الطہارۃ، باب استحباب إطالۃ الغرۃ۔

لغو باتوں سے اجتناب کریں

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ، أَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوْذُ بِا للّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ﴾ (۱)

''(اور کامیاب ہیں) وہ لوگ، جو لغو باتوں سے اجتناب کرنے والے ہیں''۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ مومنون کی تیسری آیت میں کامیاب اہل ایمان کی دوسری صفت کو بیان فرمایا کہ کامیاب ہیں وہ مومن جو، لغویات کی طرف دھیان نہیں دھرتے۔

لغو: ہر اس بات اور ہر اس کام کو کہتے ہیں جس کا دنیا اور آخرت میں کوئی فائدہ نہیں، مؤمن بندے نہ لغو بات کرتے ہیں، نہ لغو کام کرتے ہیں اور اگر کوئی شخص ان سے لغو بات کرنے لگے، یا کچھ لوگ لغو کاموں میں لگے ہوں، تو یہ حضرات اعراض کرکے کنارہ کش ہوکر گزر جاتے ہیں، جیسا کہ سورۂ قصص میں فرمایا ہے:

﴿وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِيْنَ﴾ (۲)

''اور جب وہ کوئی بیہودہ بات سنتے ہیں، تو اسے ٹال جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال، ہم تمہیں سلام کرتے ہیں، ہم نادان لوگوں سے الجھنا نہیں چاہتے''۔

---

(۱) المؤمنون: ۳۔

(۲) القصص: ۵۳۔

جو لوگ لغو بات میں مشغول ہونے سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں، ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے اجر کا وعدہ فرمایا ہے:

﴿أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُم مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا﴾(۱)

"ایسے لوگوں کے لئے دوہرے اجر کی بشارت دی گئی ہے"۔

سورۂ فرقان میں اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے ایک خوبی یہ بھی ذکر فرمائی ہے کہ:

﴿وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا﴾(۲)

"اور جب گذرتے ہیں فضول باتوں کے پاس سے، تو شرافت سے گذر جاتے ہیں"۔

یعنی اللہ کے خاص بندے وہ ہیں، جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب لغو بات پر گزرتے ہیں، تو کریموں اور شریفوں کے طریقہ پر گزر جاتے ہیں۔

غور کیجئے کہ جب لغو بات اور لغو کام (جس میں نہ گناہ ہے، نہ ثواب ہے) سے بچنے کی اتنی اہمیت ہے، تو گناہوں سے بچنے کی کتنی اہمیت ہوگی؟ لغو بات اور لغو کام میں اگرچہ گناہ نہ ہو، لیکن اس سے دل کی نورانیت جاتی رہتی ہے، اعمال صالحہ کا ذوق نہیں رہتا، زبان کو لغو باتوں کی عادت ہوتی ہے، پھر یہ لغو باتیں گناہوں میں مشغولیت کا پیش خیمہ بن جاتی ہیں اور لغو بات اور لغو کام کا کیا یہ نقصان کم ہے کہ جتنے وقت میں لغو بات یا کوئی لغو کام کیا، اتنی دیر میں قرآن مجید کی تلاوت، یا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے، تو بہت بڑی دولت سے مالا مال ہو جاتے! لغو باتوں نے وقت جیسی بہت بڑی دولت کو گنوا دیا۔

---

(۱) القصص: ۵۴۔

(۲) الفرقان: ۷۲۔

لغوبات جنت سے محرومی کا ذریعہ بن سکتی ہے

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ ایک شخص کی وفات ہوگئی، تو دوسرے نے کہا کہ اس کے لئے جنت کی خوشخبری ہے، اس کی بات سن کر رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ:

﴿أَوَلَا تَدْرِيْ ؟ فَلَعَلَّهُ تَكَلَّمَ فِيْمَا لَا يَعْنِيْهِ أَوْ بَخِلَ بِمَا لَا يُنْقِصُه﴾(۱)

''تم اسے جنت کی خوشخبری دے رہے ہو، ہوسکتا ہے کہ اس نے کوئی لایعنی بات کی ہو، یا کسی ایسی چیز کے خرچ کرنے میں بخل کیا ہو، جوخرچ کرنے سے گھٹتی نہیں''۔

غورفرمائیں اس حدیث میں لغوبات اور بخل کو دخول جنت سے رکاوٹ قرار دیا گیا، آج ہم لایعنی کوئی گناہ سمجھتے ہی نہیں، ہر خاص وعام اس گناہ میں مبتلا ہے، ہمیں لغوبات سے اجتناب کرنا چاہیے۔

ہنسانے کے لئے لغوبات کرنا

ایک حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿إِنَّ الْعَبْدَ لَيَقُوْلُ الْكَلِمَةَ لَا يَقُوْلُهَا إِلَّا لِيُضْحِكَ بِهَا الْمَجْلِسَ يَهْوِيْ بِهَا أَبْعَدَ مَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ﴾ (۲)

''بسا اوقات آدمی لوگوں کو ہنسانے کی نیت سے کوئی لغوبات کہہ دیتا ہے، وہ اسکی وجہ سے اتنا جہنم کے نیچے چلا جاتا ہے، جتنا زمین وآسمان کے درمیان کا فاصلہ ہے''۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ:

﴿إِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ لَا يَرَىٰ لَهَا بَأْسًا، يَهْوِيْ بِهَا سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا فِي النَّارِ﴾(۳)

''بسا اوقات آدمی ایک بات کہنے کی وجہ سے 70 خندقیں جہنم میں گرادیا جاتا ہے''۔

---

(۱) جامع الترمذی، باب الزهد، رقم الحدیث:۲۳۱۶۔ (۲) شعب الایمان للبیهقی: ۴/ ۲۱۳، رقم الحدیث:۴۸۳۲۔
(۳) سنن النسائی، کتاب الزهد، باب ما جاء من تکلم بالکلمة لیضحک۔

آج ہر محفل میں ایک دوسرے کے ساتھ تمسخر اور استہزاء کا سلسلہ جاری رہتا ہے، کبھی تو مجلس کو ہنسانے اور گرمانے کے لئے اسی مجلس میں ایک کی عزت کو تختۂ مشق بنالیا جاتا ہے اور کبھی کسی غائب کے تذکرے سے نفس اور شیطان کو خوش کیا جارہا ہوتا ہے، حالانکہ انہی مضحکہ خیز باتوں سے آدمی جہنم کے عذابوں کو خرید رہا ہوتا ہے۔ لہٰذا اپنی مجالس کو اس گناہ سے پاک رکھیں۔

آدمی کی بہترین خوبی

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

﴿مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَالَا يَعْنِيهِ﴾ (۱)

''انسان کے اسلام کی خوبی میں سے ایک یہ بات ہے کہ جو چیز اس کے کام کی نہ ہو، اسے چھوڑ دے''۔

اس حدیث میں لغو باتوں سے احتراز کو کس قدر اہمیت دی گئی ہے، یہی وجہ ہے کہ اس حدیث کو امام ابو داؤد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کا چوتھائی حصہ بتایا ہے، یعنی اگر کوئی شخص اس حدیث کی منشاء پر صحیح طرح سے عمل پیرا ہو جائے، تو انشاء اللہ اسلام کا چوتھائی حصہ اس کے عمل میں آجائے گا۔

حضرت لقمان سے کسی نے کہا کہ آپ کو جو یہ فضیلت حاصل ہوئی ہے، کیسے حاصل ہوئی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ سچی بات کہنے سے اور امانت ادا کرنے سے اور لایعنی (یعنی کہ جو باتیں میرے فائدے کی نہیں ہیں انہیں) چھوڑنے سے مجھے یہ مرتبہ ملا۔ (۲)

اور سچی بات بھی یہی ہے کہ اگر آدمی لایعنی امور کو چھوڑ دے، تو بہت سارا وقت عبادات اور ذکر و اذکار میں صرف کرسکتا ہے۔

---

(۱) ابن ماجہ، ترمذی۔

(۲) إحیاء العلوم، ج:۳، ص:۵۳۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿أَكْثَرُ النَّاسِ ذُنُوباً أَكْثَرُهُمْ كَلاماً فِيمَا لَا يَعْنِيهِ﴾ (۱)

''سب سے زیادہ گناہ اس انسان کے ہوتے ہیں، جو کثرت سے فضول کاموں میں مشغول رہے''۔

یہ اس لئے فرمایا، کیونکہ فضول کاموں اور فضول باتوں میں مشغولی بہت سے گناہوں کو کھینچ کر لاتی ہے۔

کثرتِ کلام دل کی سختی کا ذریعہ ہے

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا تُكْثِرُوا الْكَلَامَ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ، فَإِنَّ كَثْرَةَ الْكَلَامِ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ قَسْوَةٌ لِلْقَلْبِ، وَإِنَّ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللّٰهِ تَعَالَىٰ اَلْقَلْبُ الْقَاسِيُ''﴾ (۲)

''اللہ کے ذکر کے علاوہ زیادہ باتوں سے اجتناب کرو، پس اللہ کے ذکر کے علاوہ زیادہ باتیں کرنا دل کو سخت کر دیتی ہیں، اور لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ سے دور وہ شخص ہے، جس کا دل سخت ہو''

مذکورہ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے کثرتِ کلام کو دل کی سختی بتایا ہے۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ جب آدمی کا دل سخت ہو جاتا ہے، تو آنکھیں بھی خشک ہو جاتی ہیں اور دل کی سختی ان چار چیزوں میں حد سے تجاوز کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے:

(۱) کثرتِ طعام (۲) کثرتِ کلام (۳) کثرت سے سونا (۴) کثرت سے لوگوں کے ساتھ میل جول۔ (۳)

یہ چاروں چیزیں انسان کی ضرورت ہیں، لیکن یہی ضرورتیں اگر خواہشات بن جائیں اور بندہ ان میں مشغول ہو کر فرائض چھوڑنے لگے اور گناہوں میں پڑ جائے، تو یہی ۴ چیزیں دل کی سختی کا ذریعہ بن جاتی ہیں اور پھر بندہ اللہ سے دور ہو جاتا ہے۔

---

(۱) الترغیب، ج:۳، ص:۳۴۵۔ (۳) کتاب الفوائد، ص:۴۱۔

(۲) جامع الترمذی، باب الزھد، حدیث:۲۴۱۱۔

دل کی سختی یہودیوں کی بیماری ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں قساوتِ قلبی (دل کا سخت ہونا) یہودیوں کی بیماری بتایا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْ م بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً وَ إِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهَارُ وَ إِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾(۱)

"پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہوئے، سو وہ ایسے ہو گئے جیسے پتھر ہوں، یا ان سے بھی زیادہ سخت اور بلاشبہ بعض پتھر ایسے ہیں، جن سے نہریں جاری ہو جاتی ہیں اور بلاشبہ بعض ایسے ہیں، جو پھٹ جاتے ہیں، پھر ان سے پانی نکلتا ہے اور بلاشبہ ان میں بعض ایسے ہیں، جو اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کاموں سے بے خبر نہیں ہیں، جن کو تم کرتے ہو"۔

موجودہ دور میں لغو کاموں کے ذرائع

آج ہم بے شمار ایسے کام کرتے ہیں، جن کا نہ تو دنیاوی فائدہ ہے، اور نہ ہی اخروی فائدہ ہے، بس نفس کو بہلانے کی خاطر، یا وقت گزاری کے لئے ایسا کرتے ہیں:

ٹی وی

مثلاً: کئی کئی گھنٹے ٹی وی کے سامنے بیٹھ کر دنیا جہان کی واہیات کو دیکھنا، جن سے دنیا اور آخرت دونوں جہانوں کا نقصان ہوتا ہے۔ اگر یہ وقت اس لغو اور بے ہودہ کام میں خرچ کرنے کے بجائے ذکر و تلاوت میں خرچ کیا جائے، تو کتنا مفید ہوگا۔ آہ! ٹی وی ایمان کو برباد کرنے

---

(۱) البقرۃ:۷۴۔

کا کس قدر موثر ذریعہ ہے، ٹی وی جہاں پر ذرائع ابلاغ کا ایک مؤثر ذریعہ ہے، وہاں ایمان کو خراب کرنے کا بھی مؤثر ذریعہ ہے، بہت سارے لوگ تو اس کو بے حیائی کیلئے استعمال کرتے ہیں اور جو لوگ دین کی طرف رغبت رکھتے ہیں، وہ ٹی وی کے ذریعے دینی پروگرام دیکھتے اور سنتے ہیں، حالانکہ اس میں بھی بے شمار برائیاں ہیں۔

انٹرنیٹ کا غلط استعمال

انٹرنیٹ آج فوائد کے بجائے نئی نسل نقصان میں استعمال کر رہی ہے، ساری رات نوجوان اپنا دل بہلانے کے لئے ناجائز اور بے ہودہ کاموں میں استعمال کرتے ہیں، اس قدر بے ہودہ اور بے حیائی کے کام نیٹ سے لئے جاتے ہیں کہ جن کا تذکرہ کرنے سے بھی آدمی کو حیاء آتی ہے، کیا ان کو جوانی ان کاموں کے لئے دی گئی تھی......؟ اللہ کا دیا ہوا وقت اور فرصت کہاں استعمال کر رہے ہیں......؟ کیا ان کو اللہ کے سامنے پیش ہونے کا ڈر نہیں ہے......؟ جوانی کے متعلق سوال ہوگا کہ کہاں جوانی لٹا کر آئے ہو۔

قیامت میں پانچ سوالات:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ لَا تَزُوْلُ قَدَمَا ابْنِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ حَتّٰی یُسْئَلَ عَنْ خَمْسٍ، عَنْ عُمُرِهٖ فِیْمَا أَفْنَاهُ وَعَنْ شَبَابِهٖ فِیْمَا أَبْلَاهُ وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ أَیْنَ اکْتَسَبَهٗ وَفِیْمَا أَنْفَقَهٗ وَمَاذَا عَمِلَ فِیْمَا عَلِمَ ﴾ (۱)

”قیامت کے دن (جب حساب وکتاب کے لئے بارگاہِ خداوندی میں پیشی ہوگی، تو) آدمی کے پاؤں اپنی جگہ سے ہل نہ سکیں گے، جب تک کہ اس سے پانچ چیزوں کے بارے میں پوچھ گچھ نہ کر لی جائے:

(۱) اس کی پوری زندگی کے بارے میں کہ کن کاموں اور مشغلوں میں اس کو ختم کیا؟

(۲) خصوصیت سے اس کی جوانی کے بارے میں کہ کن مشغلوں میں بوسیدہ اور پرانا کیا؟

(۱) جامع الترمذی، أبواب صفة القیامة، باب فی القیامة، رقم الحدیث: ۲۴۱۶۔

(۳) مال و دولت کے بارے میں کہ کہاں سے اور کن طریقوں اور راستوں سے اس کو حاصل کیا تھا؟
(۴) کن کاموں اور کن راہوں میں اس (مال) کو صرف کیا؟
(۵) اور پانچواں سوال یہ ہوگا کہ جو علم تھا، اس پر کتنا عمل کیا؟

(۱) عمر کہاں گزاری؟

قابل صد احترام بزرگو! ذرا سوچ لو کہ آج ہماری زندگیاں کن کاموں میں استعمال ہو رہی ہیں، قیامت کے دن آپ سے سوال ہوگا کہ زندگی کا قیمتی سرمایا کہاں لگایا؟ عمر کن مشغلوں میں گنوا دی؟ اللہ تعالیٰ نے دنیاوی زندگانی آخرت کی تیاری کرنے کے لئے عطا فرمائی ہے، یہاں بندہ اپنی ضروریات جائز اور حلال طریقے سے پوری کرے اور زندگی کے قیمتی سرمائے کو آخرت کی تیاری میں خرچ کرے اور اعمال صالحہ کا ذخیرہ اپنے پاس جمع کرے۔ جب قیامت میں اپنے گناہوں کو سامنے دیکھے گا اور عذابِ جہنم کا مشاہدہ کرے گا، تو چیخے گا، چلائے گا اور ربّ قہار کے دربار میں فریاد کرے گا:

﴿وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا رَبَّنَآ أَخْرِجْنَا مِنْهَا نَعْمَلْ صَالِحاً غَيْرَ الَّذِىْ كُنَّا نَعْمَلُ أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ﴾ (۱)

''وہ جہنم میں چیخ و پکار کر رہے ہوں گے کہ اے پروردگار! اس عذاب سے تو نکال دے، اب میں اعمال صالحہ کر کے آؤں گا اور گناہوں سے بچوں گا، تو جواب ملے گا: کیا تجھے اتنی زندگانی ہم نے نہیں دی تھی کہ سمجھنے والا (عمل کرنے والا) سمجھ سکتا تھا اور عمل کر سکتا تھا اور تمہارے پاس ڈرانے والے بھی آئے تھے، بس اب عذاب سہتے رہو، آج ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے''۔
لہٰذا بندے کو چاہیے کہ وقت ضائع کیے بغیر اپنی زندگی کو قیمتی بنائے اور آخرت کی تیاری کر لے۔

---

(۱) فاطر: ۳۷۔

جوانی کہاں گزاری؟

میرے عزیز جوانو! پوری زندگی کے سوال کے بعد خاص طور پر جوانی کا سوال علیحدہ سے ہوگا، آج اکثر و بیشتر جوان اپنی جوانیوں کو برباد کر رہے ہیں اور اللہ کی نافرمانی میں جوانیاں کھپ رہی ہیں، ان سے سوال ہوگا کہ جوانی کن کن نافرمانیوں میں گزار کر آئے ہو؟ اور ان کے والدین سے بھی پوچھا جائے گا کہ تم نے اولاد کو کیوں غلط راستوں پر ڈالا تھا؟ تم نے روکنے کی کتنی محنت کی تھی؟ اور جس جوان کی صلاحیت اور جوانی اللہ کے دین کی نشر و اشاعت میں یا اللہ کی عبادت میں گزری ہوگی، قیامت کے دن اللہ کے عرش کے سائے کے نیچے ہوگا اور اس کے اُن مبارک والدین کی بھی بے انتہا تعظیم و تکریم کی جائے گی، جنہوں نے اس کو نیک راستے پر ڈالا ہوگا۔

موبائل کا غلط استعمال

پہلے تو بے ہودہ کام کرنے کے لیے وہ اسباب نہیں ہوتے تھے، آج کل تو اس موبائل نے حد کردی، موبائل آج انسان کی ضرورت بن چکی ہے، اس سے انکار نہیں، لیکن یہ کیا ظلم ہے کہ اس کو موسیقی کا آلہ بنالیا جائے، اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: ''میں موسیقی کے آلات توڑنے کیلئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں''، اور ہم نے ان اسباب اور آلات کو آج گھروں میں جگہ دے دی، اس میں سینما گھر بھی بھرا ہوا ہے، موسیقی گھر بھی ہے، جب دیکھو نوجوانوں کی انگلیاں چلتی رہتی ہیں، کوئی گیمز کھیل رہا ہے، تو کوئی بے ہودہ میسج کر رہا ہے، اسی طرح موبائل سے غلط اور بے ہودہ میسج وغیرہ کرنا، لڑکوں کا غیر محرم لڑکیوں سے میسج کے ذریعہ بات کرنا، یہ سب لغو اور حرام کام ہیں، ان کو چھوڑنا واجب ہے، یہ ہاتھ اور انگلیاں بھی قیامت کے دن اللہ کے دربار میں بولیں گی،

جن سے جو غلط لکھا گیا، نافرمانی میں استعمال کی گئیں، یہ سب ریکارڈ اس میں محفوظ ہو رہا ہے، اللہ کا ارشاد ہے:

﴿اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ أَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾(١)

''آج ہم مہر لگا دینگے ان کے منہ پر اور بولیں گے ہم سے انکے ہاتھ اور بتلائیں گے ان کے پاؤں جو کچھ وہ کرتے تھے''۔

یہ سب اللہ کے دربار میں انسان کے خلاف گواہی دیں گے، اگر اس کو جائز کام میں استعمال کریں تو بھی مضائقہ نہیں، لیکن اب تو بے ہودگی سے آگے بڑھ کر گناہوں اور نافرمانیوں میں قدم رکھ دیئے گئے ہیں۔

بُری مجالس

بری مجلس اور غلط صحبت میں بیٹھ کر آدمی بہت سے بے ہودہ اور لغو کام کرتا ہے، دوستوں کو خوش کرنے کے لئے اللہ کی نافرمانی کر دیتا ہے، حالانکہ بری صحبت کے بارے میں قرآن میں سخت وعیدیں وارد ہوئیں ہیں:

﴿وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوضُونَ فِيْٓ آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾(١)

''اور اے مخاطب! جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیات کے بارے میں عیب جوئی کرتے ہیں، تو ان سے کنارہ کشی اختیار کر! یہاں تک کہ وہ اس کے علاوہ کسی دوسری بات میں لگ جائیں، اور اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آ جانے کے بعد ظالموں کے ساتھ مت بیٹھ''۔

مذکورہ بالا آیات سے معلوم ہوا کہ اہلِ ایمان کو ایسی مجلسوں اور محفلوں میں جانا اور

---

(١) یٰسٓ:٦٥۔

(١) الأنعام:٦٨۔

شریک ہونا ممنوع ہے جہاں اللہ تعالیٰ کی یا پھر رسول اللہ ﷺ کی یا کتاب اللہ کی یا دینِ خداوندی کی، یعنی اسلام کی تکذیب کی جاتی ہو یا اس کا مذاق اڑایا جارہا ہو، جن ملکوں میں مسلمان رہتے اور بستے ہیں ان میں ایسے ممالک بھی ہیں جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں اور دشمنانِ اسلام اپنی اسلام دشمنی میں دینِ اسلام کا مذاق اڑانے اور رسول اللہ ﷺ اور کتاب اللہ کا تمسخر کرنے سے باز نہیں آتے، اس کے لئے مجالس منعقد کرتے ہیں، ڈرامے تیار کرتے ہیں، مسلمانوں کو بھی شرکت کی دعوت دیتے ہیں، مسلمان جہالت اور حماقت سے ان میں شریک ہوجاتے ہیں اور ملنساری سمجھ کر گوارا کر لیتے ہیں، اسی طرح بعض دشمنانِ اسلام ایسے مضامین اور ایسی کتابیں شائع کردیتے ہیں جن میں اسلام اور قرآن کا مذاق اڑایا جاتا ہے، کالج اور یونیورسٹیوں کے بے علم اسٹوڈنٹس ریسرچ وغیرہ کے عنوان سے ان کو پڑھتے ہیں، حالانکہ ایسے اجتماعات میں شرکت اور ایسے رسائل کا پڑھنا حرام ہے، اپنے دین کا مذاق اپنے کانوں سے سننا یا اپنی آنکھوں سے ایسے رسالے پڑھنا نہایت بے غیرتی کی بات ہے، اگر کہیں غلطی سے کسی ایسے اجتماع میں شرکت کرلی جس میں دینِ اسلام کی کسی بھی چیز کا استہزاء کیا جارہا ہو، تو علم ہوجانے پر اسی وقت وہاں سے اٹھ کر چلے جائیں اور وہاں نہ بیٹھیں، اس لیے کہ اللہ نے فرمایا:

﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾

''یاد آنے کے بعد ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھو''

البتہ بعض ایسی صورتیں سامنے آجاتی ہیں کہ دشمنوں کی باتوں کا توڑ کرنا ضروری ہوتا ہے اور ان کو منہ توڑ جواب دینا لازم ہوتا ہے، ایسی نیت سے وہاں پہنچنا جائز ہے، مگر اسی شخص کیلئے جو ان کا جواب دے سکے۔

آج کل مصیبت یہ ہے کہ مسلمان اسلام کے بارے میں تو پڑھتے ہی نہیں، بیس بیس سال دنیاوی علوم کی ڈگریاں حاصل کرنے میں لگا دیتے ہیں، لیکن اسلام کے عقائد اور ارکان سے اور قرآن و حدیث اور نبی اکرم ﷺ کی سیرت سے ناواقف ہوتے ہیں اس لئے دشمن کے اعتراضوں کو پیتے چلے جاتے ہیں، ان کے جواب دینے سے عاجز ہوتے ہیں، اور بعض تو ان کی باتوں سے متاثر ہو جاتے ہیں اور ان کے دلوں میں اسلام کے بارے میں شکوک وشبہات جگہ پکڑ لیتے ہیں اور جہالت کی وجہ سے احساسِ کمتری کا یہ عالم ہو جاتا ہے کہ دشمنوں کے اعتراضات سنتے رہتے ہیں اور کافروں پر کوئی اعتراض نہیں کرتے۔

ایسے لوگوں کے لئے بالکل اختلاط اور میل ملاپ حرام ہے، عجیب تربات یہ ہے کہ اسلامیات کی ڈگری لینے کیلئے علماءِ امت کو چھوڑ کر غیروں کے پاس جاتے ہیں اور وہ ان کے سامنے اسلام پر اعتراض کرتے ہیں اور اعتراضات ہی کا سبق دیتے ہیں اور انہوں نے جو کچھ پڑھایا ہے اس کے مطابق جواب ملنے سے ڈگری ملتی ہے، پھر مسلمان طلباء میں آ کر اپنی اُن باتوں کی تبلیغ کرتے ہیں، جو دشمنانِ دین سے سیکھ کر آئے ہیں، یہ تمام باتیں مسلمانوں کو زیب نہیں دیتیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ عطا فرمائے!

حُبِّ مال اور حُبِّ جاہ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ أَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوْذُ بِا للّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ﴾ (۱)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ أُرْسِلَا فِيْ غَنَمٍ بِأَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِيْنِهِ ﴾ (۲)

''دو بھوکے بھیڑیے جو بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیئے گئے ہوں، اُن بکریوں کو اتنا تباہ نہیں کر سکتے، جتنا کہ آدمی کے دین کو مال کی اور عزت و جاہ کی حرص تباہ کرتی ہے''۔

مطلب یہ ہے کہ حبِّ مال اور حبِّ جاہ آدمی کے دین کو اور اللہ کے ساتھ اس کے تعلق کو اس سے زیادہ نقصان پہنچاتے ہیں، جتنا کہ بکریوں کے کسی ریوڑ میں چھوڑے ہوئے بھوکے بھیڑیے ان بکریوں کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ ظاہر ہے وہ بھیڑیے بکریوں کو چیر پھاڑ کر رکھ دیتے ہیں، جبکہ حبِّ مال آدمی کے ایمان کو برباد کر دیتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿يَهْرَمُ ابْنُ اٰدَمَ وَيَشِبُّ فِيْهِ إِثْنَانِ: الْحِرْصُ عَلَى الْمَالِ وَالْحِرْصُ عَلَى الْعُمْرِ﴾ (۳)

''آدمی بوڑھا ہو جاتا ہے (اور بڑھاپے کے اثر سے اسکی ساری قوتیں کمزور پڑ جاتی ہیں) مگر اسکے نفس کی دو خصلتیں اور زیادہ جوان اور طاقتور ہوتی رہتی ہیں، ایک دولت کی حرص، اور دوسری زیادتی عمر کی حرص''۔

اگر بندہ ہر وقت رضاءِ الٰہی اور آخرت کی طرف مشغول رہتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو ان بُری عادات سے پاک رکھتے ہیں۔

---

(۱) المؤمنون۔ (۳) بخاری کتاب الرقاق، مسلم کتاب الزکوۃ باب کراہیۃ الحرص۔

(۲) جامع الترمذی، کتاب الزھد، باب ماذئبان جائعان أرسلا فی غنم، رقم الحدیث: ۲۳۷۶۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ لَوْ كَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِيًا مِنْ ذَهَبٍ لَأَحَبَّ أَنْ يَّكُوْنَ لَه ثَانِيًا، وَلَا يَمْلَأُ فَاه إِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ ﴾ (۱)

”اگر آدمی کے پاس سونے سے بھری ایک ہوئی وادی ہو، تو بھی وہ چاہے گا کہ ایک اور ہو، اور آدمی کا پیٹ تو بس مٹی سے بھرے گا، (یعنی مال و دولت کی اس نہ ختم ہونے والی ہوس اور بھوک کا خاتمہ بس قبر میں جا کر ہوگا) اور اللہ اس بندے پر عنایت اور مہربانی کرتا ہے، جو اپنا رُخ اور اپنی توجہ اس کی طرف کر لے“۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ حُبُّ الْمَالِ وَالْجَاهِ يُنْبِتَانِ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ كَمَا يُنْبِتُ الْمَاءُ الْبَقْلَ ﴾ (۲)

”مال اور عہدے کی محبت آدمی کے دل میں اس طرح نفاق پیدا کرتے ہیں، جس طرح پانی سبزہ اگاتا ہے“

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ آدمی کے دل میں مال کی محبت سے عہدے کی محبت زیادہ ہوتی ہے، کیوں کہ مال کے ذریعے آدمی اپنی اغراض کو پورا کرتا ہے اور عہدے کے ذریعے مالداروں کے دلوں پر حکومت کرتا ہے، اور پھر مال چوری ہو جاتا ہے، جاہ اور مرتبہ چوری نہیں ہوتا۔ مقام کی بلندی کا طلب کرنا کوئی برا عمل نہیں، جبکہ وہ جائز ہو اور اس کے حصول کے اسباب بھی جائز ہوں، اگر اعمالِ صالحہ کے ذریعے آخرت کی بلندیاں اور مقام حاصل کرے تو خیر ہی خیر ہے۔

حبِّ جاہ کا اصل سبب

حبِّ جاہ کا اصل سبب اپنی مدح اور تعریف کو پسند کرنا ہے، حالانکہ یہ بھی بہت بری

---

(۱) جامع الترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء لوکان لابن ادم۔

(۲) إحياء العلوم، ج:۳، ص:۳۱۰۔

خصلت ہے کہ آدمی ہر سامنے والے سے اپنی تعریف ہی سننے کا خواہشمند ہو، قرآن کریم میں ہے:

﴿لاَ تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَواْ وَّيُحِبُّونَ أَن يُحْمَدُواْ بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلاَ تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ﴾ (۱)

”جو لوگ ایسے کاموں پر جو انہوں نے نہ کئے ہوں، اپنی تعریف کے خواہشمند ہوں، ان کے لئے کامیابی نہیں ہے، ان کے لئے دردناک عذاب ہے“۔

اپنی تعریف کیوں اچھی لگتی ہے؟

امام غزالی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ تین وجوہات سے آدمی اپنی تعریف کو سننا پسند کرتا ہے:

(۱) اپنے کمال کا تذکرہ بار بار سامنے آتا ہے، یہ جذبہ بھی غلط ہے، اس لئے کہ اس سے آدمی کے عیوب اپنے سے چھپ جاتے ہیں، اصلاح کی کوشش نہیں کرتا۔

(۲) تعریف کرنے والے کے دل میں آدمی کی عزت بیٹھ جاتی ہے۔

(۳) لوگوں میں مقبولیت حاصل ہوتی ہے۔ (۲)

علاج

اس کا علاج یہ ہے کہ آدمی کے سامنے جب کوئی تعریف کرے، تو اپنے عیوب پر نگاہ رکھے اور یہ دعا کرے کہ اللہ اس کے حسنِ ظن کے مطابق مجھے بنادے، اور اس کو تعریف کرنے سے روک دے۔

---

(۱) آل عمران: ۱۸۸۔

(۲) کتاب الأربعین للإمام غزالیؒ۔

غصّہ نہ کریں

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ أَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوْذُ بِا للّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِلزَّکوٰۃِ فٰعِلُوْنَ﴾ (۱)

فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ﴿لَا تَغْضَبْ وَلَکَ الْجَنَّۃُ﴾ (۲)

دل کی بیماری میں سے غصہ بھی ایک انتہائی مہلک بیماری ہے اس کا سبب عام طور پر حسد ہوتا ہے۔ حسد ایسا سنگین مرض ہے کہ جس کے نتیجے میں آدمی کو سامنے والے پر بے حد غصہ آتا ہے، پھر غصہ میں نہ تو زبان قابو میں رہتی ہے اور نہ ہاتھ رکتے ہیں، اور اگر سامنے والا زور آور ہو تو آدمی دل ہی دل میں گھٹنا شروع کر دیتا ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ غصہ کی شریعت میں کیا حیثیت ہے؟

نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک آدمی آئے اور پوچھا اے اللہ کے رسول! مجھے ایک مختصر سا عمل بتا دیں جس پر میں عمل کروں تو جنت میں چلا جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا تَغْضَبْ وَلَکَ الْجَنَّۃُ﴾

''غصہ نہ کیا کرو، جنت مل جائے گی۔''

انہوں نے پھر کہا مزید ارشاد فرمائیں، آپ ﷺ نے پھر اسی بات کو دہرایا، اس طرح سے تین مرتبہ آپ نے ﷺ یہی مضمون دہرایا۔

غصّہ ایمان کو برباد کر دیتا ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿إِیَّاکَ وَالْغَضَبَ فَإِنَّ الْغَضَبَ یُفْسِدُ الْإِیْمَانَ کَمَا یُفْسِدُ الصَّبِرُ الْعَسَلَ﴾ (۱)

''غصہ سے بچا کرو اس لیے کہ غصہ ایمان کو اس طرح برباد کر دیتا ہے، جس طرح ایلواء شہد کو برباد کر دیتا ہے''

---

(۱) سورہ مومنون۔ (۲) کنز العمال، ج:۳، ص:۲۰۸۔

(۳) کنز العمال، ج:۳، ص:۲۰۹، رقم الحدیث:۷۷۱۰۔

غصہ آدمی کے ایمان کیلئے زہرِ قاتل کی حیثیت رکھتا ہے جیسا کہ حدیث بالا میں ذکر ہوا۔
آدمی کو چاہیے کہ غصے کو قابو میں رکھے تا کہ ایمان برباد نہ ہو، درحقیقت غصہ ایسی ہی ایمان سوز چیز ہے، جب آدمی پر غصہ سوار ہوتا ہے تو اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود سے وہ تجاوز کر جاتا ہے اور اس سے وہ باتیں اور وہ حرکتیں سرزد ہوتی ہیں جو اُس کے دین کو برباد کر دیتی ہیں اور اللہ کی نظر میں اُس کو گرا دیتی ہیں۔

امام غزالی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ غصہ کے اعتبار سے لوگوں کی تین قسمیں ہیں:

پہلی قسم: ان لوگوں کی ہے جن کو غصہ بالکل نہیں آتا، یہ لوگ اعتدال سے ہٹے ہوئے ہیں، جائز بات پر غصہ آنا آدمی کی فطرت ہے، شریعت میں کوتاہی پر غصہ آنا چاہیے، نبی اکرم ﷺ دین میں کوتاہی پر غصّے کا اظہار فرمایا کرتے تھے، اس لیے اگر اولاد یا اپنے ماتحت افراد دین میں کوتاہی کریں، تو غصہ کرنا چاہیے، لیکن یہ غصہ اصلاح کے لئے ہو۔

دوسری قسم: ان لوگوں کی ہے جن کو ہر چھوٹی چھوٹی بات پر غصہ آتا ہے، یہ عمل بھی درست نہیں ہے کہ آدمی آپے سے باہر ہو جائے، یہ غصہ شیطانی اثر ہوتا ہے، جب یہ اثر آدمی میں آتا ہے تو آدمی سرخ ہو جاتا ہے، رگیں پھولنے لگتی ہیں، عقل مغلوب ہو جاتی ہے، کوئی درست فیصلہ نہیں کر پاتا اور اگر سامنے والے پر اختیار چلتا ہو تو اس کو مارنے کے لیے ہاتھوں کو حرکت دیتا ہے، زبان درازی پر اتر آتا ہے اور اگر اختیار نہ ہو، تو پیٹھ پیچھے غیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

تیسری قسم: ان لوگوں کی ہے جو غصّے میں اعتدال اختیار کرتے ہیں اور معافی کو پسند کرتے ہیں۔ جو دوسروں کو معاف کریں گے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کو معاف کرے گا۔[1]

---

(۱) احیاء العلوم۔

غصّے کی دوسری قسم قابلِ اصلاح ہے، قرآن وحدیث میں غصّے سے متعلق جو وعیدیں وارد ہوئی ہیں، وہ اسی قسم کے مذموم ہونے کو بیان کر رہی ہیں۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ جب آدمی کو غصّہ آتا ہے، تو شیطان اس سے اس طرح کھیل رہا ہوتا ہے، جس طرح بچے گیند سے کھیلتے ہیں۔

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''غصّے سے بچا کرو، اس لیے کہ یہ انسان کے دل میں آگ پیدا کرتا ہے'' اور فرمایا: ''غصّے کو قابو کر کے انتقام لینے کی طاقت ہونے کے باوجود جو آدمی انتقام نہیں لیتا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے اپنی رضا نصیب فرمائیں گے''۔

نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرَعَةِ إِنَّمَا الشَّدِيْدُ الَّذِيْ يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ﴾ (۱)

''بہادر وہ نہیں جو دوسرے کو چت کر دے، بلکہ بہادر وہ ہے جو اپنے غصّے پر قابو پالے۔''

مطلب یہ ہے کہ آدمی کا سب سے بڑا اور بہت ہی مشکل سے زیر ہونے والا دشمن اس کا نفس ہے، جیسا کہ فرمایا گیا ہے:

﴿أَعْدَىٰ عَدُوِّكَ نَفْسُكَ الَّتِيْ بَيْنَ جَنْبَيْكَ﴾

''تیرا سخت ترین دشمن خود تیرا نفس ہے جو تیرے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے''۔

معلوم ہوا کہ خاص کر غصّہ کے وقت اس کا قابو میں رکھنا نہایت ہی مشکل ہوتا ہے، اس لیے فرمایا گیا ہے کہ طاقتور اور پہلوان کہلانے کا اصلی حقدار وہی مردِ خدا ہے، جو غصّہ کے وقت اپنے نفس کو قابو میں رکھے اور نفسیات اس سے کوئی بیجا حرکت اور کوئی غلطی نہ کرا سکے۔

---

(۱) رواہ البخاری فی کتاب الأدب، رقم الحدیث: ۶۱۱۴۔

غصّے کے آثار

جب آدمی کو غصہ آتا ہے، تو اس کے مضر اثرات انسان کے جسم پر ظاہر ہوتے ہیں، مثلاً:

زبان پر غصّے کا اثر: جب غصہ آتا ہے، تو زبان سے گالی دینے لگ جاتا ہے، بے ہودہ اور فحش کلامی کرتا ہے، غیبت اور چغل خوری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

چہرے پر غصّے کا اثر: غصّے کے موقع پر آدمی کا چہرہ اور آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں اور نتھنے پھولنے لگتے ہیں، جب آدمی بالکل آپے سے باہر ہو جاتا، تو شکل بھی مکروہ ہونے لگتی ہے۔

دل پر غصّے کا اثر: غصّے کی وجہ سے دل میں حسد، بغض، نفرت اور کدورت جیسی انتہائی مہلک بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، غصّے کی وجہ سے آدمی سامنے والے کی برائی چاہنے لگتا ہے، اس کے عیوب کی تلاش میں لگ جاتا ہے، یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

ہاتھ پاؤں پر غصّے کے آثار: غصّے کی وجہ سے آدمی سامنے والے کی توہین اور تذلیل کرتا ہے، اسے مارنے یا قتل کرنے پر برانگیختہ ہوتا ہے۔

غصّے کا علاج

(۱) معاف کرنے کے فضائل پر غور کرے، مثلاً: یہ سوچے کہ میں اس کو معاف کروں گا، اللہ میرے گناہ معاف کردیں گے۔

(۲) اللہ سے ڈرتا رہے، یہ سوچے کہ اگر مجھے اس پر قدرت حاصل ہے، اس کو مار بھی سکتا ہوں، برا بھی کہہ سکتا ہوں، تو اللہ کو مجھ پر اس سے زیادہ قدرت حاصل ہے کہ وہ میرے کسی گناہ پر میری گرفت کرے اور مجھے سخت سے سخت عذاب دے۔

(۳) اپنے آپ کو سمجھائے کہ اگر میں نے ناحق غصہ کیا، تو اس کے نتائج بہت برے ہونگے، ممکن ہے میں اس پر ظلم کر بیٹھوں اور وہ مظلوم اللہ سے بددعا کرے اور حدیث میں ہے:

﴿إِتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَإِنَّهَا لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللهِ حِجَابٌ﴾ (۱)

''مظلوم کی بددعا سے بچو، اس لئے کہ مظلوم کی بددعا اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہے''۔

تو اس کی بددعا سیدھی اللہ کے عرش سے جا کر ٹکرائے گی اور ضرور قبول ہو جائیگی اور میری بربادی ہو جائیگی۔

(۴) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے، تو ''أعوذ باللّٰه من الشيطان الرجيم'' پڑھے، تو اس کا غصہ ختم ہو جائے گا''۔ (۲)

(۵) پانی پیئے۔

(۶) وضو کرے، اس لیے کہ حدیث میں آتا ہے:

﴿إِنَّ الْغَضَبَ مِنَ الشَّيْطَانِ، وَ إِنَّ الشَّيْطَانَ خُلِقَ مِنَ النَّارِ،
وَ إِنَّمَا تُطْفَأُ النَّارُ بِالْمَاءِ، فَإِذَا غَضِبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَتَوَضَّا﴾ (۳)

''غصہ شیطان کا اثر ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا، تم اس کی حدّت کو پانی سے ٹھنڈا کیا کرو''۔

(۷) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿إِذَا غَضِبَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ قَائِمٌ فَلْيَجْلِسْ فَإِنْ ذَهَبَ عَنْهُ الْغَضَبُ وَإِلَّا فَلْيَضْطَجِعْ﴾ (۴)

''جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے اور وہ کھڑا ہو، تو چاہیے کہ بیٹھ جائے، پس اگر بیٹھنے سے غصہ فرو ہو جائے، تو فبہا، اور اگر پھر بھی غصہ باقی رہے، تو چاہیے کہ لیٹ جائے۔''

---

(۱) جامع الترمذی، أبواب البر والصلة، رقم الحدیث: ۲۰۱۴۔ (۲) کنز العمال، ج: ۳، ص: ۲۰۹۔

(۳)(۴) رواہ أبوداؤد فی کتاب الأدب، باب مایقال عند الغضب، رقم الحدیث: ۴۷۸۴، ۴۷۸۲۔

رسول اللہ ﷺ نے غصہ کو فرو کرنے کی یہ ایک نفسیاتی تدبیر بتلائی ہے، جو بلاشبہ نہایت کارگر ہے، علاوہ اس کے اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ غصہ میں آدمی سے بیجا حرکتیں اور جو لغویات ہو سکتی ہیں، کسی جگہ بیٹھ جانے سے اُن کا امکان بہت کم ہو جاتا ہے اور پھر لیٹ جانے سے ان کا امکان اور کم سے کمتر ہو جاتا ہے۔

امام غزالیؒ نے فرمایا کہ آدمی کو اگر غصہ آئے، تو اگر کھڑا ہے، تو بیٹھ جائے، بیٹھا ہے، تو کھڑا ہو جائے، یعنی: اپنی حالت بدل دے، اور جس کی وجہ سے آ رہا ہے، اس کو سامنے سے ہٹا دے، یا خود ہٹ جائے اور اگر غصہ کی وجہ سے از خود ان امور کو کرنا یاد نہ رہے، تو دوسروں کو چاہیے اسے بٹھا دیں، یا سامنے سے ہٹا دیں۔[(۱)]

(۸) اس حدیث کو ہمیشہ سوچتا رہے، حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿اِبنَ آدَمَ اُذْکُرْنِیْ حِیْنَ تَغْضَبُ أَذْکُرْکَ حِیْنَ أَغْضَبُ﴾

”اے میرے بندے! تو غصّے کے وقت مجھے یاد کیا کر، یعنی میری حدود سے تجاوز نہ کیا کر، میں اپنے غصّے کے وقت تجھے یاد کروں گا، یعنی: تیری مغفرت کر دوں گا“۔

❁❁❁❁❁

---

(۱) إحیاء العلوم۔

غیبت کرنا حرام ہے

نَحْمَدُہ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ أَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوْذُ بِا للّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِلزَّکٰوۃِ فٰعِلُوْنَ﴾ (۱)

وقال فی مقام اخر: ﴿أَیُحِبُّ أَحَدُکُمْ أَنْ یَأْکُلَ لَحْمَ أَخِیْہِ مَیْتاً﴾ (۲)

”کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے“۔

روحانی امراض میں ایک مرض غیبت کرنے کا جذبہ بھی ہے جب آدمی کو کسی سے حسد ہوتا ہے تو اس کی ترقی دیکھ کر غصہ آتا ہے، پھر غصّے کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آدمی غیبت میں مبتلا ہوتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ”کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ پس اس کو تو تم ناپسند کرتے ہو“۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿کُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُہٗ وَمَالُہٗ وَعِرْضُہٗ﴾ (۳)

”ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کی جان، مال اور عزت حرام ہے“۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

﴿اَلْغِیْبَۃُ أَشَدُّ مِنَ الزِّنَا، قِیْلَ وَ کَیْفَ؟ قَالَ الرَّجُلُ یَزْنِیْ ثُمَّ یَتُوْبُ، فَیَتُوْبُ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ إِنَّ صَاحِبَ الْغِیْبَۃِ لَا یُغْفَرُ لَہٗ حَتّٰی یَغْفِرُ لَہٗ صَاحِبُہٗ﴾ (۴)

”غیبت سے بچو، اس لیے کہ غیبت زنا سے بدتر ہے، کیوں کہ آدمی گناہ کرتا ہے اور پھر توبہ کر لیتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتے ہیں، لیکن غیبت کرنے والے کو اللہ تعالیٰ اس وقت تک معاف نہیں فرماتے، جب تک کہ جس کی غیبت کی ہے، وہ اس کو معاف نہ کر دے“۔

---

(۱) سورہ المومنون۔ (۳) صحیح المسلم، کتاب البر، رقم الحدیث: ۲۵۶۴۔

(۲) الحجرات: ۱۲۔ (۴) الترغیب والترھیب، ج: ۳، ص: ۳۳۱۔

غیبت کی بدترین سزا

نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَمَّا عُرِجَ بِیْ مَرَرْتُ بِقَوْمٍ لَهُمْ أَظْفَارٌ مِّنْ نُحَاسٍ يَخْمِشُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَصُدُوْرَهُمْ، فَقُلْتُ: مَنْ هٰؤُلَاءِ يَا جِبْرِيْلُ؟ قَالَ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ لُحُوْمَ النَّاسِ، وَيَقَعُوْنَ فِيْ أَعْرَاضِهِمْ ﴾

''(کہ) معراج کی رات مجھے چند لوگ ایسے دکھائے گئے، جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ ان ناخنوں سے اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے، میں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ تو جبریل علیہ السلام نے بتلایا کہ یہ وہ لوگ ہیں، جو لوگوں کی غیبت کیا کرتے تھے''۔ (۱)

اندازہ فرمائیں: اوّل تو ناخن سے اپنے چہرے کو نوچنا کس قدر اذیت والا سبب ہے اور پھر مزید یہ کہ جب وہ سخت تانبے کا ہو، تو کس قدر اذیت ناک ہوگا، اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے، آمین۔

کسی کی غیبت کرنا اور عیب تلاش کرنا باعثِ ذلت ہے

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿ يَا مَعْشَرَ مَنْ اٰمَنَ بِلِسَانِهٖ وَ لَمْ يَدْخُلِ الْإِيْمَانُ قَلْبَهٗ: لَا تَغْتَابُوْا الْمُسْلِمِيْنَ، وَلَا تَتَّبِعُوْا عَوْرَاتِهِمْ، فَإِنَّهٗ مَنِ اتَّبَعَ عَوْرَاتِهِمْ يَتَّبِعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ، وَ مَنْ يَّتَّبِعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ يَفْضَحْهُ فِيْ بَيْتِهٖ ﴾

''اے لوگو! جو زبان سے ایمان لائے ہو، دل سے نہیں، (یعنی نئے نئے مسلمان ہوئے ہو) مسلمانوں کی غیبت مت کرو اور ان کی پوشیدہ باتوں کے پیچھے مت پڑو، اس لیے کہ جس نے اپنے مسلمان بھائی کی پوشیدہ باتوں کو ٹٹولا، اللہ اس کی پوشیدہ باتوں کو ظاہر فرمادیتے ہیں، اور اللہ جس کے عیب ظاہر کریں، تو اس کو اپنے گھر بیٹھے بیٹھے ذلیل کردیتے ہیں''۔ (۲)

(۱)(۲) رواہ ابوداؤد فی کتاب الأدب، رقم الحدیث: ۴۸۷۷، ۴۸۸۵۔

عذاب قبر کے تین اسباب

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عام طور پر عذابِ قبر ان تین اسباب کی وجہ سے ہوتا ہے، آج ہمارے معاشرے میں یہ تینوں بیماریاں بکثرت پائی جاتی ہیں: غیبت، چغلی اور پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنا۔

غیبت کیا ہے؟

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ کیا آپ لوگ جانتے ہو غیبت کسے کہتے ہیں؟

﴿أَتَدْرُوْنَ مَا الْغِيْبَةُ؟ قَالُوْا: اَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهُ أَعْلَمُ، قَالَ "ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ". قِيْلَ: أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ فِيْ أَخِيْ مَا أَقُوْلُ؟ قَالَ: إِنْ كَانَ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدْ أَغْتَبْتَهُ وَإِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدْ بَهَتَّهُ﴾ (۱)

"نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ غیبت کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے کسی بھائی کا تذکرہ اس کی غیر موجودگی میں ایسے الفاظ سے کرو کہ اگر اس کے سامنے یہ تذکرہ کیا جائے، تو اسے برا لگے، پھر کسی نے پوچھا کہ اگر یہ برائی ہمارے بھائی میں پائی جائے، تو بھی غیبت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب ہی تو غیبت ہے، اور اگر یہ برائی اس میں نہ پائی جائے، تو بہتان ہے"۔

آج کل غیبت کو درست ثابت کرنے کے لیے آدمی یہ کہہ دیتا ہے کہ بھائی یہ بات تو اس میں پائی جاتی ہے، یا یہ بات تو میں اس کے سامنے بھی کہہ سکتا ہوں، یاد رکھیں! اس کے سامنے کہنے کی جرات ہونے سے غیبت حلال نہیں ہو جاتی۔

---

(۱) جامع الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی الغیبۃ۔

غیبت کی اقسام

امام غزالی رحمہ اللہ نے فرمایا: غیبت کی کئی صورتیں ہوتی ہیں:

(۱) بدن میں غیبت: یعنی: کسی کے بدن میں عیب تلاش کر کے اس کی غیبت کرے، مثلاً: کسی کو اندھا، لنگڑا، لمبا، کالا، گنجا اس قسم کے الفاظ کہنا بھی غیبت ہے، کسی کی خلقت پر عیب لگانا اللہ پر اعتراض کرنا ہے، حضرت لقمان حکیم رحمہ اللہ کی رنگت گوری نہ تھی، کسی نے ان سے یہ کہہ کر مخاطب کیا ''اے کالے'' حضرت لقمان نے فرمایا: آپ نے نقش کا عیب نہیں نکالا، بلکہ نقاش (یعنی بنانے والا) کا عیب نکالا ہے۔ ہاں! اگر آدمی انہی الفاظ سے پہچانا جاتا ہے، اس کا نام لوگ نہ جانتے ہوں، تو ضرورت کے تحت ان کلمات کا استعمال کرنا غیبت نہیں ہے۔

(۲) نسب میں غیبت: یعنی کبھی آدمی کسی کے نسب کو محل غیبت بنالیتا ہے، مثلاً: کسی کو چمار، یا اس قسم کا گھٹیا لفظ کہہ دے، حسب اور نسب کوئی بڑائی کی دلیل نہیں ہے، جب کہ بڑائی کا معیار تو اللہ نے تقوی کو قرار دیا، ارشاد ہے: ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (۱)

''تم میں سے اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے، جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے''۔

جو بھی خاندان سے تعلق رکھتا ہے، اس میں اس کا اپنا کوئی اختیار نہیں، بلکہ یہ اللہ کی تقسیم ہے۔

(۳) اخلاق میں غیبت: کسی کو یہ کہنا کہ بڑا متکبر ہے، بدمزاج، بخیل وغیرہ کے الفاظ کہہ دینا، یہ غیبت ہے، ٹھیک ہے یہ برائیاں اس میں اگر چہ موجود ہیں، لیکن ہمیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ ہم غیبت کریں، بلکہ ہمیں چاہیے کہ ہم پردہ پوشی کریں۔

(۴) دینداری میں غیبت: کسی کو یہ کہنا کہ نماز میں بڑا سست ہے، والدین کا نافرمان ہے، غصے والا ہے، اگر یہ ساری نافرمانیاں اس میں پائی جارہی ہیں، تو اخلاص کے ساتھ اس پر رحم کرتے ہوئے

(۱) الحجرات: ۱۳۔

ان کی اصلاح کرنے کی کوشش کریں، لوگوں میں اس کی غیبت کرکے اس کی برائیاں نہ اچھالیں۔

(۵) دنیاوی معاملات میں غیبت: فلاں بڑا بےادب آدمی ہے، فلاں سویا ہی رہتا ہے، اس کو تو کسی کی فکر ہی نہیں وغیرہ۔

(۶) کپڑوں میں غیبت کرنا: مثلاً: کوئی کہے کہ فلاں آدمی لمبی آستینوں والا ہے، لمبے یا چھوٹے دامن والا ہے، یہ سب امور غیبت کے زمرے میں آتے ہیں۔ (۱)

آج روز مرّہ لوگوں کے ان عیبوں پر ہمارے تبصرے ہوتے رہتے ہیں، ہر مجلس میں یہ تذکرہ ہوتا ہے، یہ سب اپنے اعمال کو برباد کرنے کے مترادف ہے۔

غیبت کے اسباب

کسی بھی گناہ سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ آدمی اس گناہ کے اسباب کو ترک کردے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً﴾ (۲)

"تم زنا کے قریب بھی نہ جاؤ، اس لئے کہ وہ بہت ہی بُرا عمل ہے"۔

اس آیت میں زنا کے قریب جانے سے روکا، یعنی زنا کے اسباب بھی چھوڑ دو، مثلاً: بدنظری زنا کا سبب ہے، بدنظری حرام ہے، اس لئے کہ یہ زنا کی طرف لے جانے والا ذریعہ ہے، لہٰذا نگاہوں کی حفاظت کا حکم ہے، اسی طرح سے غیبت کے اسباب سے بھی علیحدہ رہنے کا حکم ہے، لہٰذا ہم ان اسباب کو چھوڑ دیں، جن کی وجہ سے آدمی غیبت جیسے خطرناک گناہ کا مرتکب بن جاتا ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ نے غیبت کے اسباب لکھے ہیں اور غیبت سے بچنے کا علاج یہی لکھا ہے کہ آدمی ان اسباب کو یکسر چھوڑ دے۔

---

(۱) أصول الأربعين، للإمام الغزالی۔

(۲) بنی اسرئیل: ۳۲۔

(۱)غصہ: کبھی آدمی غصّے کی وجہ سے غیبت کرتا ہے، لہٰذا غصہ پر آدمی کو بھرپور قابو رکھنا چاہیے، معاف کرنے کے فضائل پر غور کرے، مثلاً یہ سوچے کہ میں اس کو معاف کروں گا اللہ میرے گناہ معاف کردیں گے، اللہ سے ڈرتا رہے، یہ سوچے کہ اگر مجھے اس پر قدرت حاصل ہے، اس کو مار بھی سکتا ہوں، برا بھی کہہ سکتا ہوں تو اللہ کو مجھ پر اس سے زیادہ قدرت حاصل ہے۔

(۲)بُری صحبت: بری صحبت کی وجہ سے بھی آدمی غیبت کا ارتکاب کرتا ہے، دوستوں میں بیٹھ کر دوسروں کی غیبت کرتا ہے، ایسی مجالس میں بیٹھنا جائز نہیں، شرکاءِ مجلس جس کی غیبت کر کے گوشت کھا رہے ہیں، اِس سے اُن کو روکنا چاہیے، جس کی غیبت کی جارہی ہے اس کا دفاع کرنا چاہیے، یہ اپنے مظلوم بھائی کی مدد ہے، جو ایسی مدد کریگا قیامت میں اللہ اس کی مدد کریں گے اور اگر لوگ باز نہیں آئے تو فوراً وہاں سے اٹھ جانا چاہیے۔

(۳)اپنی صفائی بیان کرنا: کبھی اپنی صفائی کیلئے دوسروں میں نقص نکالنے کے لئے غیبت کرتا ہے، یہ بھی بہت بری عادت ہے، اپنی صفائی ضرورت کے موقع پر بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں، لیکن یہ درست نہیں کہ آدمی اپنی صفائی بیان کرنے کے لئے دوسروں کے نقائص بیان کرے۔

(۴)اپنی بڑائی بیان کرنا: کبھی اپنی بڑائی کے لیے دوسروں کی غیبت کرتا ہے، حالانکہ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى﴾ (۱)

’’اپنی بڑائی مت بیان کیا کرو، اللہ جانتا ہے تم میں سے متقی کون ہے‘‘۔

اوّل تو اپنی بڑائی بیان کرنا ہی مذموم ہے اور اپنی بڑائی بیان کرنے کے لئے دوسروں کے نقائص بیان کرے تو گناہ پر گناہ ہے۔

(۵) حسد بھی غیبت کا ایک سبب ہے: حسد کرنے والا بھی ہر وقت دوسرے کے عیب تلاش کر کے

---

(۱) النجم: ۳۲۔

لوگوں میں پھیلانے کی کوشش کر رہا ہوتا ہے، اسے سامنے والے کی اچھائی بھی برائی نظر آ رہی ہوتی ہے اور اس کی برائی سن کر خوش ہوتا ہے، اسی بری عادت کو حدیث میں ''شماتت'' کہا گیا۔

(٦) وقت گذاری اور غیبت: کبھی آدمی وقت گزاری کے لیے بھی غیبت کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے ، جہاں چند دوست واحباب مل کر بیٹھ جائیں وقت گزاری کے لئے غیبت کے مرتکب ہوتے ہیں، فرصت میں شیطان آدمی کو اس گناہ میں مبتلا کر دیتا ہے۔

علماء کرام کی غیبت اور دین کے ساتھ استہزاء

دین پر تبصرہ کرنے لگتے ہیں اور پھر اس تبصرے کے بعد اگلا اقدام یہ ہوتا ہے کہ اہل دین اور علماء کرام کی غیبت میں مبتلا ہو جاتے ہیں، حالانکہ علماء کی غیبت کو زہر آلود گوشت کہا گیا اپنے ایمان و دین کو برباد کرنے کے مترادف ہے کیونکہ بسا اوقات اس قسم کی مجالس میں دین کے استہزاء کرنے کا عنصر بھی شامل ہو جاتا ہے، خاص کر کے دین کی وہ باتیں جو ہماری ناقص عقل میں نہیں آتیں یا موجودہ معاشرے سے ان کا امتزاج نہیں ملتا تو آدمی دین کی ان باتوں کو ٹھکرا دیتا ہے اور سامنے علماء کرام کو رکھ دیتا ہے کہ جدّت کا زمانہ ہے، مولویوں کو کچھ نرمی کرنی چاہئے، علماء کی آڑ میں قرآن کی آیات اور احادیثِ صریحہ کی تکذیب کر بیٹھتا ہے، حالانکہ عالمِ دین تو صرف قرآن وحدیث بتاتا ہے، وہ مسائل بتاتا ہے، بناتا تو نہیں کہ اس کو موردِ الزام ٹھہرایا جائے، شریعت تو اللہ تعالیٰ کے وضع کردہ اصولوں کا نام ہے اور ان مجالس میں دین کا تذکرہ کرنا محض تبصرے کے لئے ہوتا ہے، اس لئے علماء کرام سے مسائل پوچھنے کی توفیق بھی نہیں ہوتی، ظاہری علاج میں ڈاکٹر کی رائے کو کس قدر اہمیت دی جاتی ہے، لیکن دین کے معاملے میں ہر کوئی از خود مجتہد بننے کی کوشش کرتا ہے، مقتدر اور مستند علماء کرام پر اعتبار کیا جائے، اس لیے اس جرم عظیم سے

اپنے آپ کو بچانے کی فکر کریں اور ان مذکورہ اسباب سے دور رہنے کی کوشش کریں۔ (۱)

غیبت کا علاج

(۱) غیبت کے علاج میں سے یہ ہے کہ آدمی ان آیات قرآنیہ اور احادیث مبارکہ میں غور وفکر کرے جن میں غیبت کی مذمت اور قباحت بیان کی گئی ہے، مثلاً چند آیات اور احادیث یہ ہیں:

(۱) غیبت کرنا اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف ہے۔ (۲)

(۲) غیبت کرنے والے اپنے چہروں کی بوٹیاں نوچ کر کھا رہے ہوں گے۔

(۳) غیبت کرنا گدھے اور خچر کے گوشت کھانے سے بھی بُرا ہے۔

(۴) غیبت کرنے والے کو اللہ گھر بیٹھے رسوا کردیتے ہیں۔ (۳)

(۵) غیبت کرنا عذابِ قبر کا سبب ہے۔

(۶) غیبت کرنا زنا سے بھی بڑا جرم ہے۔ (۴)

(۲) سوچے کہ میں اپنے مردہ بھائی کا گوشت کیوں کھا رہا ہوں اور سوچے کہ غیبت سے میری نیکیاں دوسرے کی طرف منتقل ہوجائیں گی اور اس کے گناہ میری طرف آجائیں گے۔

(۳) اور سوچے کہ یہ جرم تو زنا سے بھی بُرا جرم ہے، اگر کوئی زنا کر کے معاشرے میں آتا ہے اور سب کو پتہ چل جاتا ہے تو کس قدر بُرا جانا جاتا ہے، حالانکہ غیبت کو زنا سے بھی بڑا جرم کہا گیا۔

(۴) سوچے کہ قیامت میں اپنے چہرے کو نوچنا پڑے گا۔

(۵) اپنے عیوب پر نگاہ رکھے، اس لیے کہ جب آدمی اپنے عیوب کو دیکھتا ہے تو دوسروں کے عیب اس کو نظر نہیں آتے اور اگر اسے اپنا کوئی عیب نظر نہ آئے تو یہی عیب کافی ہے کہ وہ دوسروں کی غیبت کرے، کیونکہ غیبت کرنا بھی تو ایک عیب ہے۔ (۵)

---

(۱) إحیاء العلوم۔ (۳) أبوداوٗد، کتاب الأدب، باب ماجاء فی الغیبۃ، رقم الحدیث: ۴۸۸۲۔

(۲) الحجرات۔ (۴) الترغیب والترھیب، ص: ۳۳۱، ج: ۳۔ (۵) إحیاء العلوم۔

وہ امور جو غیبت کے زمرے میں نہیں آتے

(۱) کوئی شخص کھلم کھلا گناہ میں مبتلا ہو جس کو وہ سب کے سامنے کرتا ہو اور اسے برا بھی نہ سمجھتا ہو، مثلاً کوئی شراب کا عادی ہو اور سب کے سامنے پیتا ہو، اپنے اس جرم کو چھپاتا بھی نہ ہو اور اگر اس کو سب کے سامنے شرابی کہا جائے تو اسے برا بھی نہ لگے تو ایسے شخص کی غیر موجودگی میں اسے شرابی کہنا غیبت کے زمرے میں نہیں آتا۔

(۲) گمراہ آدمی کی غیبت: دوسروں کو کسی شخص کی بری صحبت سے بچانے کے لیے اس کی برائی اور غیبت کی جائے، تو جائز ہے، مثلاً: آپ کو معلوم ہے کہ فلاں آدمی اس قدر بُرا ہے کہ اگر لوگوں کو اس کی برائی سے مطلع نہ کیا گیا تو لوگ اس کے بہکانے میں آجائیں گے اور گمراہی کا خدشہ ہے۔

(۳) رشتے کے سلسلے میں غیبت: کسی نے آپ سے رشتے کا مشورہ کیا کہ میں فلاں جگہ رشتہ دینا چاہتا ہوں، یا رشتہ لینا چاہتا ہوں، تو اس موقع پر آپ کی ذمہ داری ہے کہ پوری حقیقت سے آگاہ کریں، اگر مطلوبہ شخص کی برائی آپ کے علم میں ہے تو وہ بھی آپ بتا دیں تاکہ بعد میں مشکلات نہ ہوں۔

(۴) ظالم کی غیبت: کوئی مظلوم آدمی کسی حاکم کے سامنے اپنا حق لینے کی خاطر ظالم کی غیبت کرے تو جائز ہے۔[(۱)]

---

(۱) إحیاء العلوم۔

غیبت کا کفارہ

انسان سے اگر دانستہ یا غیر دانستہ طور پر اس گناہ کا ارتکاب ہو جائے تو شریعت میں اس کی تلافی کا طریقہ بھی موجود ہے۔

(۱) معافی مانگنا: جس کی غیبت کی ہے اس سے معافی مانگ لے، اور اگر معافی مانگنے سے کسی فتنے کا خطرہ ہو تو اس کے لیے استغفار اور دعا کرتا رہے، اس قدر دعائیں کرتا رہے کہ یقین ہو جائے کہ جتنی میں نے غیبت کی ہے اس کے برابر استغفار ہو گیا ہے۔

(۲) حسنِ سلوک کرنا: آدمی اس کے ساتھ حسنِ سلوک کرتا رہے، حسنِ سلوک کا تو ویسے بھی حکم ہے، حسنِ اخلاق اور حسنِ سلوک سے ہی قیامت کے دن آدمی کے اعمال کا وزن ہوگا۔

(۳) اچھائی بیان کرنا: جن جن مجالس میں اپنے بھائی کی غیبت کی ہے ان مجالس میں اس کی خوبیوں کو بیان کرے۔

(۴) اللہ سے معافی مانگے: اللہ تعالیٰ سے بھی اپنے اس جرم کی معافی مانگے اور آئندہ کیلئے اجتناب کرے۔ (۱)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے......آمین!

---

(۱) إحياء العلوم۔

جھوٹ مت بولیں

نَحْمَدُہ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ أَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ﴾ (۱)

وقال فی مقام اخر: ﴿فَنَجْعَلْ لَّعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ﴾ (۲)

''سو ہم لعنت بھیجتے ہیں جھوٹ بولنے والوں پر۔''

جھوٹ بولنا دخولِ جہنم کا سبب ہے

(۱) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ إِيَّاكُمْ وَ الْكِذْبَ فَإِنَّ الْكِذْبَ يَهْدِىْ إِلَى الْفُجُوْرِ وَإِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِىْ إِلَى النَّارِ ﴾ (۳)

''جھوٹ سے بچو، اس لئے کہ یہ نافرمانی کی طرف لے جاتا ہے اور نافرمانی جہنم کی طرف لے جاتی ہے''۔

جھوٹ گناہ کبیرہ ہے، اس کا ارتکاب کرنے والا فاسق و فاجر کہلاتا ہے اور ظاہر ہے فاسق اور فاجر کے لئے جہنم ہی موزوں ہے۔

جھوٹ بولنا نفاق کی علامت ہے

(۲) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

﴿ إِنَّ الْكِذْبَ بَابٌ مِّنْ أَبْوَابِ النِّفَاقِ ﴾ (۴)

''جھوٹ نفاق کی ایک قسم ہے۔''

---

(۱) سورہ المومنون۔ (۳) جامع الترمذی، أبواب البر والصلۃ، باب ماجاء فی الصدق والکذب، رقم الحدیث: ۱۹۷۱۔

(۲) آل عمران: ۶۱۔ (۴) احیاء العلوم۔

ایک دوسری حدیث میں آتا ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿ آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَ إِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَ إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ ﴾(۱)

''منافق کی تین علامتیں ہیں، جب وہ بات کرتا ہے، تو جھوٹ بولتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے، تو خلاف ورزی کرتا ہے اور جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے، تو خیانت کرتا ہے''۔

ایک روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقاً خَالِصاً، وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا: إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ﴾ (۲)

''جس میں (۴) چار بری عادتیں پائی جائیں، وہ پکا منافق ہے اور جس میں ان عادات میں سے ایک عادت پائی گئی، اس میں اسی درجہ کا نفاق موجود ہے، یہاں تک کہ اسے چھوڑ دے، جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے، تو خیانت کرے، جب بات کرے، تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے، تو اس کی خلاف ورزی کرے، اور جب کسی سے جھگڑا ہو جائے، تو گالیاں دے''۔

ان احادیث میں جھوٹ بولنا منافق کی علامت بتایا گیا۔

منافق کون ہے...؟

نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں منافق اس آدمی کو کہتے تھے، جس نے اپنے کفر کو چھپایا ہوا ہو، نبی اکرم ﷺ کی نفرت کو دل میں جگہ دی ہوئی ہو اور مسلمانوں کیساتھ بغض و عداوت کے لاوے سینے میں پک رہے ہوں، لیکن زبان سے ایمان کا بھی اقرار کرتا ہو، نبی اکرم ﷺ کے

---

(۱)(۲) صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب علامات المنافق، رقم الحدیث: ۳۳، ۳۴۔

ساتھ محبت کا دعویدار بھی ہو اور مسلمانوں کے ساتھ ہمدردیاں ظاہر کرتا ہو۔ جھوٹ بولنا منافق کی ایک خاص علامت ہے، وہ اپنے بے شمار معاملات میں جھوٹ سے سہارا لے کر چلتا ہے، وہ جھوٹ کی آڑ میں مسلمانوں کو نقصان پہنچاتا ہے جبکہ کسی صاحبِ ایمان میں ان کی پرچھائیں بھی نہیں ہونی چاہئے۔ پس اگر بدقسمتی سے کسی مسلمان میں ان میں سے کوئی عادت ہو، تو یہ سمجھا جائے گا کہ اُس میں یہ منافقانہ عادت ہے، اور اگر کسی میں بدبختی سے منافقوں والی وہ ساری عادتیں جمع ہو جائیں، تو سمجھا جائے گا کہ وہ شخص اپنی سیرت میں پورا منافق ہے۔

الغرض ایک نفاق تو ایمان و عقیدے کا نفاق ہے، جو کفر کی بدترین قسم ہے، لیکن اس کے علاوہ کسی شخص کی سیرت کا منافقوں والی سیرت ہونا بھی ایک قسم کا نفاق ہے، مگر وہ عقیدے کا نہیں، بلکہ سیرت اور کردار کا نفاق ہے اور ایک مسلمان کیلئے جس طرح یہ ضروری ہے کہ وہ کفر و شرک اور اعتقادی نفاق کی نجاست سے بچے، اُسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ منافقانہ سیرت اور منافقانہ اعمال و اخلاق کی گندگی سے بھی اپنے کو محفوظ رکھے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا:

﴿يَارَسُوْلَ اللّٰهِ أَيَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ جَبَاناً؟ قَالَ: "نَعَمْ" قِيْلَ لَهُ: أَيَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ بَخِيْلاً؟ قَالَ: "نَعَمْ" قِيْلَ: أَيَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ كَذَّاباً؟ قَالَ: "لَا"﴾ (۱)

"اے اللہ کے رسول! کیا مؤمن بزدل ہوسکتا ہے؟ تو فرمایا: جی ہاں! پوچھا گیا کہ کیا وہ بخیل ہوسکتا ہے؟ تو فرمایا: ہاں! بخیل بھی ہوسکتا ہے۔ پھر پوچھا گیا کہ کیا مؤمن جھوٹا ہوسکتا ہے؟ تو فرمایا کہ نہیں! مؤمن جھوٹا نہیں ہوسکتا۔"

---

(۱) رواہ مالک فی الموطا، کتاب الکلام، رقم الحدیث: ۱۹۔

(۳) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿كَبُرَتْ خِيَانَةً أَنْ تُحَدِّثَ أَخَاكَ حَدِيْثاً هُوَ لَكَ بِهِ مُصَدِّقٌ وَ أَنْتَ لَهُ كَاذِبٌ﴾ (۱)

''سب سے بڑی خیانت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی سے ایسا جھوٹ بولو کہ وہ آپ کو سچ سمجھ رہا ہو''۔

جھوٹ کے ہوتے ہوئے ایمان میں کمال نہیں ہوتا

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

﴿لَا يُؤْمِنُ الْعَبْدُ الْإِيْمَانَ كُلَّهُ حَتَّى يَتْرُكَ الْكِذْبَ فِي الْمَزَاحَةِ وَالْمِرَاءِ وَإِنْ كَانَ صَادِقاً﴾

''کسی بندے کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا، جب تک وہ مزاح اور سنجیدگی دونوں میں جھوٹ کو ترک نہ کردے''۔

جھوٹا ''کذاب'' لکھ دیا جاتا ہے

(۴) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿لَا يَزَالُ الْعَبْدُ يَكْذِبُ وَ يَتَحَرَّى الْكِذْبَ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ كَذَّاباً﴾ (۳)

''بندہ جب مسلسل جھوٹ بولتا رہتا ہے، تو اللہ کے ہاں اس کو کذّاب (جھوٹا) لکھ دیا جاتا ہے''۔

کتنی سخت وعید ہے اس انسان کے بارے میں، جو مسلسل جھوٹ سے اپنی زبان گندی کرتا رہتا ہے، اس لئے جھوٹ بول کر اپنے آپ کو اللہ کے ہاں کذاب لکھوا دینا مسلمان کا شیوہ نہیں ہے، اس جرم سے بچنے کی کوشش کی جائے۔

نبی اکرم ﷺ کو جھوٹ سب سے بُرا لگتا تھا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

﴿مَا كَانَ مِنْ خُلُقٍ أَبْغَضَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْكِذْبِ﴾ (۴)

''آپ ﷺ کے نزدیک جھوٹ سب سے بُرا خلق (اخلاق) تھا''۔

---

(۱) أخرجہ البخاری فی کتاب الأدب المفرد۔ (۲) رواہ أحمد، ج:۲، ص:۹۳۰۲۔

(۳) صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب ما ینہی عن الکذب۔ (۴) رواہ أحمد، ج:۶، ص:۱۵۲۔

بچوں کے ساتھ جھوٹ

بچوں کا دل بہلانے کے لئے جھوٹ بولنا، یا جھوٹے وعدے کرنا، اس میں بھی جھوٹ اور بچوں کے ساتھ خیانت، دونوں کا گناہ ہے۔ایک عورت نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے اپنے بچے کو بلایا کہ آؤ کوئی چیز دوں گی، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ آپ کے پاس اس بچے کو دینے کی کیا چیز ہے؟ انہوں نے کہا کہ کھجور ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر کچھ نہ ہوتا، تو یہ جھوٹ ہوتا۔

اس کے علاوہ ایک حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿مَنْ قَالَ لِصَبِيٍّ تَعَالَ هَاکَ، ثُمَّ لَمْ يُعْطِهِ، فَهِيَ كِذْبَةٌ﴾ (۱)

''جس نے کسی بچے سے کہا کہ آجاؤ یہ چیز لے لو، اور پھر نہ دی، تو یہ جھوٹ ہے''۔

تجارت میں جھوٹ بولنا

(۵) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ إِنَّ التُّجَّارَ هُمُ الْفُجَّارُ ﴾

''یہ تاجر لوگ فسق وفجور میں مبتلا ہیں''۔

فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَلَيْسَ قَدْ أَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ؟

لوگوں نے پوچھا: ''اے اللہ کے رسول! کیا تجارت کرنا جائز نہیں ہے؟''

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿نَعَمْ وَلٰكِنَّهُمْ يَحْلِفُوْنَ فَيَأْثِمُوْنَ وَ يُحَدِّثُوْنَ فَيَكْذِبُوْنَ﴾

''جائز تو ہے، لیکن میری مراد وہ تاجر ہیں، جو جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں، اور تجارت میں جھوٹ بولتے ہیں''۔ (۲)

---

(۱) رواہ أحمد، ج:۲، ص:۴۵۲۔

(۲) کنز العمال۔

جھوٹ کی بدبو

(۶) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿إِذَا كَذَبَ الْعَبْدُ تَبَاعَدَ الْمَلَكُ عَنْهُ مِيلاً مِنْ نَتَنِ مَا جَاءَ بِهِ﴾ (۱)

''بندہ جب جھوٹ بولتا ہے، تو فرشتے اس سے ایک میل دور بھاگ جاتے ہیں''۔

جس طرح ظاہری نجاستوں میں تاثیر ہے کہ ہر آدمی بدبو محسوس کرتا ہے اور نجاست سے دور بھاگتا ہے، اسی طرح باطنی نجاستوں میں بھی بُری تاثیر ہے، مثلاً: جھوٹ کی بدبو انبیاء کرام علیہم السلام محسوس کیا کرتے تھے، فرشتوں کو اس کا احساس ہوتا ہے، انہیں جھوٹ سے سخت نفرت ہے۔

سچا اللہ کا محبوب ہے

(۷) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿قَالَ مُوسَىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ: "يَا رَبِّ أَيُّ عِبَادِكَ خَيْرٌ لَكَ؟" قَالَ: "مَنْ لَا يَكْذِبُ"﴾ (۲)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: ''اے اللہ! کس بندے کا عمل آپ کے نزدیک محبوب ہے؟'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جو جھوٹ نہ بولے''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جھوٹ آدمی کی عزت اور وقار کو برباد کر دیتا ہے''۔ (۳)

سب سے بڑا گناہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

﴿أَعْظَمُ الْخَطَايَا عِنْدَ اللّٰهِ اللِّسَانُ الْكَذُوبُ﴾

''اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ جھوٹ بولنا ہے''۔ (۴)

---

(۱) جامع الترمذی، أبواب البر والصلة، باب ما جاء في الصدق والكذب، رقم الحديث: ۱۹۸۲۔

(۲) إحياء العلوم، ج:۳، ص:۱۸۳۔ (۳) إحياء العلوم۔ (۴) إحياء العلوم، كتاب البر، رقم الحديث: ۱۰۱۔

جھوٹ کے جواز کی صورتیں

شریعت نے تین مواقع پر جھوٹ بولنے کی اجازت دی ہے:

(۱) آدمی اپنی بیوی کو راضی کرنے کیلئے جھوٹ بولے۔

(۲) حالت جنگ میں دشمن کو دھوکہ دینے کے لیے۔

(۳) دو آدمیوں میں صلح کرنے کیلئے، جیسا کہ درج ذیل حدیث میں ہے:

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿لَا یَحِلُّ الْکَذِبُ إِلَّا فِیْ ثَلَاثٍ: یُحَدِّثُ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ لِیُرْضِیَهَا، وَالکِذْبُ فِیْ الْحَرْبِ، والْکِذْبُ لِیُصْلِحَ بَیْنَ النَّاسِ﴾ (۱)

جھوٹ کی چند صورتیں جن کو معاشرے میں جھوٹ نہیں سمجھا جاتا

(۱) چھٹی لینے کے لئے جھوٹا میڈیکل سرٹیفکیٹ بنوانا: بنانے والا اور بنوانے والا دونوں گناہ گار ہوں گے، چھٹی لینے والا دنیاوی فائدے کے لئے، یا ڈاکٹر چند روپیوں کے لئے جھوٹا سرٹیفکیٹ بنوا لیتے ہیں، ان کو اندازہ نہیں کہ جھوٹ بولنا کتنا بڑا جرم ہے۔

(۲) جھوٹی سفارش کرنا: مثلاً: ایک آدمی کسی منصب کا اہل نہیں ہے، اس سے رشوت لے کر اس کی سفارش کر کے اس کو اس منصب پر لگوانا، یہ دوہرا گناہ ہے، ایک گناہ رشوت لینے کا، جس کا ٹھکانہ نبی اکرم ﷺ نے جہنم بتایا ہے، فرمایا:

﴿الرَّاشِیُ وَالْمُرْتَشِیُ فِیْ النَّارِ﴾ (۲)

''رشوت دینے اور لینے والا دونوں جہنم میں ہوں گے۔''

---

(۱) سنن الترمذی، ابواب البر والصلۃ، باب اصلاح ذات البین، رقم الحدیث: ۱۹۳۹۔

(۲) الترغیب والترھیب، ص: ۱۲۰، ج: ۳۔

اور دوسرا گناہ جھوٹی گواہی کا۔ایک دوسری حدیث میں فرمایا:

﴿لَعَنَ اللّٰہُ الرَّاشِیَ وَالْمُرْتَشِیَ﴾ (۱)

''اللہ لعنت فرمائے رشوت لینے والے اور دینے والے پر''۔

نبی اکرم ﷺ نے جھوٹی گواہی کو بڑا گناہ بتایا ہے۔ (۲)

(۳) خوش طبعی اور جھوٹ: خوش طبعی کی باتیں کرنے کے لئے جھوٹ سے سہارا لینا، لوگوں کو ہنسانا، حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿وَیْلٌ لِّلَّذِیْ یُحَدِّثُ فَیَکْذِبُ لِیُضْحِکَ بِہٖ الْقَوْمَ وَیْلٌ لَّہٗ وَیْلٌ لَّہٗ﴾ (۳)

''ہلاک ہو وہ آدمی جو جھوٹ اس لئے بولے، تاکہ لوگوں کو ہنسائے، برباد ہو، برباد ہو''۔

آج ہماری کوئی مجلس بھی اس جھوٹ سے خالی نہیں ہوتی، خوش طبعی کیلئے جھوٹ بول دیتے ہیں اور اپنی ہلاکت کا سامان تیار کر رہے ہوتے ہیں، جبکہ نبی اکرم ﷺ کا مذاق بھی سچ پر مبنی ہوتا تھا، آپ ﷺ نے کبھی مذاق میں بھی جھوٹ نہیں بولا۔

(۴) کیریکٹر سرٹیفکیٹ اور جھوٹ: کیریکٹر سرٹیفکیٹ بنانے کے لئے جھوٹ بولنا، مثلاً کوئی آدمی یہ ضمانت دے کہ میں فلاں آدمی کو گذشتہ پانچ سال سے جانتا ہوں، حالانکہ ایسا نہیں ہے، یہ جھوٹ بھی ہے اور خیانت بھی۔

(۵) جھوٹے القابات: اپنے نام کے ساتھ پروفیسر، مولانا یا ڈاکٹر وغیرہ کا لفظ لکھنا، جبکہ وہ مذکورہ تعلیم کا اہل نہ ہو، اس میں بھی جھوٹ اور خیانت ہے۔

(۶) نسب میں جھوٹ: آج کل اپنے آپ کو عالی النسب کرنے کیلئے جھوٹ کا سہارا لیا جاتا ہے،

---

(۱) جامع الترمذی، باب الأحکام۔ (۲) بخاری۔

(۳) جامع الترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء من تکلم بالکلمۃ لیضحک الناس۔

حالانکہ نسب سے بلندیاں نصیب نہیں ہوتیں، بلکہ بلندی کا معیار تقویٰ ہے، چنانچہ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (۱)

''تم میں سب سے زیادہ عزت مند وہ ہے، جو متقی ہو''۔

اسی طرح اپنے نام کے ساتھ سیّد، یا صدیقی، فاروقی وغیرہ کے کلمات لکھنا، جبکہ وہ ایسا نہ ہو، یہ بھی جھوٹ ہی ہے، سید تو اس کو کہتے ہیں جس کا سلسلہ نسب حضرت علیؓ، حضرت جعفرؓ، حضرت عقیلؓ، حضرت عباسؓ یا حضرت حارثؓ بن عبدالمطلب سے ملتا ہو، یہ رسول اللہ ﷺ کا خاندان ہے یہ سادات کہلاتے ہیں، اسی طرح صدیقی سلسلہ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے اور فاروقی سلسلہ حضرت عمر فاروقؓ سے ملتا ہے، اگر ان سے نسب نہیں ملتا تو یقیناً غلط بیانی ہے۔

❁❁❁❁❁

---

(۱) الحجرات۔

ریاکاری

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡکَرِیۡمِ أَمَّا بَعۡدُ!

فَأَعُوۡذُ بِا للّٰهِ مِنَ الشَّیۡطَانِ الرَّجِیۡمِ، بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

﴿وَالَّذِیۡنَ هُمۡ لِلزَّکٰوةِ فَاعِلُوۡنَ﴾ (۱)

وقال فی مقام اٰخر:

﴿فَوَیۡلٌ لِّلۡمُصَلِّیۡنَ ۞ الَّذِیۡنَ هُمۡ عَنۡ صَلَاتِهِمۡ سَاهُوۡنَ ۞ الَّذِیۡنَ هُمۡ یُرَآئُوۡنَ﴾ (۲)

''ہلاکت ہو ایسے نمازیوں کے لئے، جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں اور جو دکھلاوہ کرتے ہیں''۔

دوسری آیتِ مقدسہ میں ریاکاروں کی مذمت فرمائی ہے، بدنی عبادات کے علاوہ مال خرچ کرنے میں بھی ریاکاری ہوتی ہے۔ مسجد بنادی، تو شہرت کے لئے اپنے نام پر مسجد رکھنے کی ضد، کسی مدرسہ میں کوئی حجرہ بنوایا، اس پر اپنے نام کا کتبہ لگانے کا اصرار، کوئی کتاب چھپوا کر تقسیم کردی، اس پر اپنے نام کی تشہیر، زکوٰۃ دی، تو اس کا اشتہار، مدارس کے سفراء سے رسید لے کر اپنے القاب وآداب کے ساتھ نام لکھنا، یہ چیزیں دیکھنے میں آتی رہتی ہیں اور بہت سے لوگ کسی کی مالی امداد کرتے ہیں، احسان جتاتے ہیں اور دکھ دیتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿یَا أَیُّهَا الَّذِیۡنَ آمَنُوۡا لَا تُبۡطِلُوۡا صَدَقَاتِکُمۡ بِالۡمَنِّ وَالۡأَذٰی کَالَّذِیۡ یُنۡفِقُ مَالَهٗ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا یُؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَالۡیَوۡمِ الۡآخِرِ﴾ (۳)

''اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتا کے اور ایذا پہنچا کر باطل نہ کرو، اس شخص کی طرح جو لوگوں کو دکھانے کے لئے خرچ کرتا ہے اور اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان نہیں لاتا''۔

---

(۱) سورہ المومنون۔ (۳) سورۃ البقرۃ ۲۶۴۔

(۲) الماعون: ۴-۶۔

ریاکاری شرک ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْ صَلّٰی یُرَائِیْ فَقَدْ أَشْرَکَ وَمَنْ صَامَ یُرَائِیْ فَقَدْ أَشْرَکَ وَمَنْ تَصَدَّقَ یُرَائِیْ فَقَدْ أَشْرَکَ﴾

''جس نے دکھاوے کے لئے نماز پڑھی، اس نے شرک کیا اور جس نے دکھاوے کے لئے روزہ رکھا، اس نے شرک کیا، اور جس نے دکھاوے کے لئے صدقہ و خیرات کیا، اس نے شرک کیا۔''(۱)

ریاکاری سے ثواب برباد ہوجاتا ہے

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿إِذَا جَمَعَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ الْأَوَّلِیْنَ وَالْأٰخِرِیْنَ لِیَوْمٍ لَا رَیْبَ فِیْہِ نَادٰی مُنَادٍ: مَنْ کَانَ أَشْرَکَ فِیْ عَمَلٍ عَمِلَہٗ لِلّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی أَحَدًا، فَلْیَطْلُبْ ثَوَابَہٗ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ، فَإِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ أَغْنَی الشُّرَکَاءِ عَنِ الشِّرْکِ﴾ (۲)

''جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن، جس کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے، سب آدمیوں (اولین اور آخرین) کو جمع کریگا، تو ایک منادی یہ اعلان کریگا کہ جس شخص نے اپنے کسی ایسے عمل میں جو اس نے اللہ کے لئے کیا، کسی اور کو بھی شریک کیا تھا، یعنی (دوسروں کو دکھانے کیلئے کیا،) تو اس کا ثواب اسی دوسرے سے جا کر طلب کرے جس کے لئے کیا تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ سب شرکاء سے زیادہ بے نیاز ہے شرک سے''۔

---

(۱) مسند احمد۔

(۲) مسند احمد، رقم الحدیث: ۱۵۸۳۸، مؤسسة الرسالة.

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَتَخَوَّفُ عَلٰى أُمَّتِي الإِشْرَاكُ بِاللهِ،أَمَاأَنِّي لَسْتُ أَقُوْلُ يَعْبُدُوْنَ شَمْسًا وَلا قَمَرًا وَلا وَثَناً وَلٰكِنَّ أَعْمَالاً لِغَيْرِ اللهِ وَشَهْوَةٌ خُفْيَةٌ﴾ (۱)

"مجھے اپنی امت کے بارے میں شرک سے بڑا ڈر لگتا ہے،لیکن لوگ کسی بت، سورج، چاند اور پتھر کی پوجا کر کے شرک میں مبتلا نہ ہوں گے، بلکہ اعمال میں ریا کاری کرینگے"۔

جس عمل میں شرک کی ذرا بھی آمیزش ہوگی، وہ قبول نہ ہوگا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿أَنَا أَغْنَىٰ الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ فَمَنْ عَمِلَ عَمَلاً أَشْرَكَ فِيْهِ مَعِيَ غَيْرِيْ تَرَكْتُهُ وَشِرْكَهُ" ...... وَفِيْ رِوَايَةٍ:"فَأَنَا مِنْهُ بَرِيْءٌ هُوَ لِلَّذِيْ عَمِلَهُ﴾ (۲)

"میں شرک اور شرکت سے سب سے زیادہ بے نیاز ہوں (یعنی جس طرح اور شرکاء شرکت پر راضی ہو جاتے ہیں اور اپنے ساتھ کسی کی شرکت منظور کر لیتے ہیں، میں راضی نہیں ہوتا، اور کسی کی ادنیٰ شرکت گوارہ نہیں کر سکتا، ہر قسم کی شرکت سے بالکل بے نیاز اور سخت بیزار ہوں) پس جو شخص کوئی عمل (عبادت وغیرہ) کرے، جس میں میرے ساتھ کسی اور سے بھی کچھ شرکت کرے (یعنی اس سے اس کی غرض میری رضا اور رحمت کے علاوہ کسی اور سے بھی کچھ حصّہ حاصل کرنا، یا اس کو معتقد بنانا ہو) تو میں اس کو اور اس کے شریک کو دونوں کو چھوڑ دیتا ہوں"۔ اور ایک روایت میں ہے کہ:" میں اس سے بیزار اور بے تعلق ہوں، وہ عمل (میرے لئے بالکل نہیں، بلکہ) صرف اس دوسرے کے لئے، جس کے لئے اس نے کیا (یعنی جس کو اس نے شریک کیا)"۔

---

(۱) سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب الریاء والسمعۃ، رقم الحدیث: ۴۲۰۵۔
(۲) صحیح المسلم، کتاب الزھد، باب تحریم الریا۔

ریاکاری کا علاج

اگر نیک عمل کرنے سے پہلے چند امور کا اہتمام کرلیں، تو انشاء اللہ اعمال میں اخلاص پیدا ہوگا:

(۱) ہر عمل سے پہلے یہ ضرور سوچے کہ کیوں کر رہا ہوں، دل میں اللہ کی رضا اور خوشنودی کا خیال کرے۔

(۲) یہ خیال کرے کہ ریاکاری سے عمل کا ثواب ضائع ہو جائے گا۔

(۳) اللہ سے اخلاص کی دعا بھی مانگتا رہے۔

❁❁❁❁❁

شماتت

نَحْمَدُہ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ أَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوْذُ بِا للّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِلزَّکٰوۃِ فٰعِلُوْنَ﴾ (۱)

وقال فی مقام اخر:

﴿إِنْ تَمْسَسْکُمْ حَسَنَۃٌ تَسُؤْھُمْ وَإِنْ تُصِبْکُمْ سَیِّئَۃٌ یَفْرَحُوْا بِھَا وَإِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا یَضُرُّکُمْ کَیْدُھُمْ شَیْئاً إِنَّ اللّٰہَ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ﴾ (۲)

''اگر تم کو کوئی اچھی حالت پہنچ جائے، تو ان کو بری لگتی ہے اور اگر تمہیں کوئی بری حالت پہنچ جائے، تو اس سے خوش ہوتے ہیں، اور اگر تم صبر کرو اور تقوی اختیار کرو، تو ان کی مکاری تمہیں کچھ بھی ضرر نہ پہنچائے گی، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا احاطہ فرمائے ہوئے ہے''۔

''شماتت'' کسے کہتے ہیں؟

مسلمان بھائی کی مصیبت دیکھ کر خوش ہونا، اس کو'' شماتت'' کہتے ہیں، شماتت کو قرآن میں منافقین کی عادت بتایا گیا ہے، جب کسی سے حسد، بغض ، عداوت انتہا کو پہنچ جائیں، تو یہ خبیث عادت نفس میں جنم لیتی ہے، آدمی دوسرے کی مصیبت دیکھ کر نہ صرف خوش ہوتا ہے، بلکہ دل ہی دل میں اس پر مصیبت آنے کی تمنائیں کرنے لگتا ہے۔

---

(۱) سورہ المومنون۔

(۲) آل عمران: ۱۲۰۔

''شماتت'' کی نقد سزا

''شماتت'' اتنی بُری عادت ہے کہ اللہ تعالیٰ بسا اوقات اسکی سزا نقد دنیا میں دیتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ آدمی خود اس مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَا تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ بِأَخِيْکَ فَيُعَافِيْهِ اللّٰهُ وَيَبْتَلِيْکَ ﴾ (۱)

''تم اپنے کسی بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار مت کرو (ایسا کرو گے، تو ہو سکتا ہے کہ) اللہ اُس کو اس مصیبت سے نجات دیدے اور تم کو مبتلا کر دے''۔

علاج

(۱) سب سے بڑا حل تو یہی ہے جس کی طرف حدیث میں اشارہ کیا گیا کہ آدمی یہ سوچے اگر میں اپنے مسلمان بھائی کی مصیبت پر خوش ہوں گا، تو اللہ قدرت رکھتا ہے، اس کو عافیت عطا فرمائے اور مجھے اس مصیبت میں گرفتار کرے۔

(۲) یہ سمجھے کہ یہ کمینگی ہے، اس سے بھلا مجھے کیا فائدہ ہوگا؟ کیا معلوم کہ اس کی یہ مصیبت اس کے لئے بلندی درجات کا ذریعہ بنے اور میری ہلاکت کا ذریعہ بنے۔

(۳) آدمی یہ سوچے کہ اگر میں مسلمان بھائی کی مصیبت پر خوش ہوں گا تو اس سے اللہ ناراض ہوگا، اس لیے کہ کسی کی مصیبت پر خوش ہونا اللہ کی تقدیر پر عدمِ رضا کی دلیل ہے۔

❁❁❁❁❁

---

(۱) جامع الترمذی، أبواب صفۃ القیامۃ، باب: لاتظہر الشماتۃ، رقم الحدیث: ۲۵۰۶۔

تکبّر

نَحْمَدُہ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ أَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوْذُ بِا للّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِلزَّکٰوۃِ فٰعِلُوْنَ﴾ (۱)

وقال فی مقام اخر:

﴿تِلْکَ الدَّارُ الْاٰخِرَۃُ نَجْعَلُھَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلَا فَسَاداً وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ﴾ (۲)

”وہ آخرت والا گھر تو ہم ان لوگوں کے لیے مخصوص کردیں گے، جو زمین میں نہ بڑائی چاہتے ہیں اور نہ فساد اور انجام پرہیز گاروں کے حق میں ہوگا“۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ حَبَّۃٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِنْ کِبْرٍ﴾ (۳)

”جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوا، وہ جنت میں داخل نہ ہوگا“۔

تواضع کی مدحت اور تکبّر کی مذمت

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

”جس نے اللہ کے لیے تواضع اختیار کی، اللہ اسے بلند فرمادے گا، وہ اپنے نفس میں چھوٹا ہوگا اور لوگوں کی آنکھوں میں بڑا ہوگا اور جس نے تکبر اختیار کیا، اللہ اسے گرادے گا، پس

---

(۱)سورہ المومنون۔

(۲)القصص:۸۳۔

(۳) صحیح المسلم، کتاب الأدب، رقم الحدیث:۲۶۲۰۔

وہ لوگوں کی نظروں میں چھوٹا ہوگا اور اپنے نفس میں بڑا ہوگا، (لوگوں کے نزدیک اسکی ذلت کا یہ حال ہوگا کہ) وہ کتے اور خنزیر سے بڑھ کر ان کے نزدیک ذلیل ہوگا۔"(۱)

ایک حدیث میں ہے کہ:

"دوزخ میں کوئی ایسا شخص داخل نہ ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہوگا اور کوئی ایسا شخص جنت میں داخل نہ ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر تکبر ہوگا۔"(۲)

نیز رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن تکبر کرنے والے انسانی صورتوں میں چیونٹیوں کے برابر چھوٹے چھوٹے جسموں میں جمع کئے جائیں گے، انہیں دوزخ کے جیل خانہ کی طرف ہنکا کر لے جایا جائے گا، ان کے اوپر آگوں جلانے والی آگ چڑھی ہوئی ہوگی، ان لوگوں کو "طینۃ الخبال" (یعنی: دوزخیوں کے جسموں کا نچوڑ) پلایا جائے گا۔ (۳)

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تکبرّ کی شناعت اور قباحت تمام امراض باطنیہ سے زیادہ ہے ،اس لئے کہ تکبر چار بڑی برائیوں کو کھینچ کر لاتا ہے:

(۱) اللہ سے جھگڑنا: متکبر آدمی اللہ تعالیٰ سے جھگڑا کر رہا ہوتا ہے، اس لئے کہ حدیثِ قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَالْعَظَمَةُ إِزَارِیْ وَالْكِبْرِيَاءُ رِدَائِیْ فَمَنْ نَازَعَنِیْ وَاحِدًا مِنْهُمَا أَلْقَيْتُه فِی النَّارِ﴾(۴)

"کبریائی اور بڑائی تو میری خاص صفت ہے، جو شخص اس میں میرے ساتھ شریک ہونے کی کوشش کرے گا، اس کو میں جہنم میں ڈالوں گا"۔

یعنی جو آدمی متکبر بننے کی کوشش کرے گا، اللہ اس کو سزا دے گا اور یہ سزا دنیا میں بھی ملتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل اور رسوا کر دیتے ہیں۔

---

(۱) مشکوۃ المصابیح، ص:۴۳۴۔ (۳) رواہ الترمذی فی أبواب صفۃ القیامۃ، باب ماجاء فی شدۃ الوعید للمتکبرین۔

(۲) مشکوۃ المصابیح، ص:۴۳۳ از مسلم۔ (۴) المصنف لابن أبی شیبۃ، کتاب الأدب، باب ماذکر فی الکبر، رقم الحدیث:۲۷۱۱۔

(۲) حق کو قبول کرنے سے محروم ہو جانا: متکبر آدمی حق بات کو تسلیم نہیں کرتا، اس کے دل ودماغ میں غرور کی نحوست بھری ہوتی ہے، جس کی وجہ سے حق بات ماننے سے ہمیشہ محروم رہتا ہے، جیسے شیطان تکبر ہی کی وجہ سے اللہ کے حکم کے سامنے نہ جھک سکا۔ اللہ تعالیٰ متکبر سے قبولِ حق کی توفیق ہی سلب کر لیتے ہیں، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿سَأَصْرِفُ عَنْ آيَاتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِيْ الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَإِن يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا وَإِن يَرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلاً وَإِن يَرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلاً ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِآيَاتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غَافِلِيْنَ ۞ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَاءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ (۱)

”میں عنقریب اپنی آیتوں سے ان لوگوں کو برگشتہ رکھوں گا، جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں اور اگر وہ ساری نشانیاں دیکھ لیں، تو ان پر ایمان نہ لائیں اور اگر ہدایت کا راستہ دیکھیں، تو اس کو اپنا طریقہ نہ بنائیں اور اگر گمراہی کا راستہ دیکھیں، تو اسے اپنا طریقہ بنالیں، اس وجہ سے کہ انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ ان سے غافل تھے اور جن لوگوں نے ہماری آیات اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا، ان کے اعمال اکارت ہوگئے، ان کو انہیں اعمال کی سزا دی جائے گی، جو وہ کیا کرتے تھے“۔

(۳) لوگوں کو حقیر جاننا: متکبر آدمی ہمیشہ دوسرے کو حقیر جان رہا ہوتا ہے اور لوگوں کو حقیر جاننے کی وجہ سے آدمی پر سعادت مندی کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔

(۴) اچھی صفات کو قبول نہ کرنا: متکبر آدمی بہت سی نیک عادات سے محروم رہتا ہے، مثلاً: تواضع، نرمی، اخلاص، دوسروں سے ہمدردی کسی کی اچھی بات تسلیم کرنے کی صلاحیت ختم کر دیتا ہے۔

---

(۱) الأعراف: ۱۴۶، ۱۴۷۔

جہنم سے نکلنے والی خوفناک گردن کا اعلان

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ عُنُقٌ لَهُ أُذُنَانِ تَسْمَعَانِ وَعَيْنَانِ تُبْصِرَانِ وَلِسَانٌ يَنْطِقُ يَقُوْلُ: وُكِّلْتُ بِثَلاثَةٍ: بِكُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ، وَبِكُلِّ مَنْ دَعَىٰ مَعَ اللهِ إِلٰهًا آخَرَ، وَبِالْمُصَوِّرِيْنَ﴾ (۱)

''جہنم سے ایک گردن نکلے گی، اس کے دو کان، دو آنکھیں اور زبان بھی ہوگی، وہ آواز دے گی کہ مجھے تین آدمیوں پر مسلط کیا گیا (۱) ہر سرکش متکبر پر، (۲) اللہ کے ساتھ غیر کو شریک ٹھہرانے والے پر، (۳) تصویر بنوانے والوں پر۔''

متکبر بہت ہی بُرا ہے

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ تَجَبَّرَ وَاخْتَالَ وَنَسِيَ الْكَبِيْرَ الْمُتَعَالَ﴾ (۲)

''بہت ہی بُرا آدمی ہے وہ جس نے تکبر کیا اور حد سے تجاوز کیا اور رفعتوں والے اللہ جبّار کو بھول گیا''۔

تکبر کا علاج:

آدمی تکبر کے اسباب میں غور کرے، تکبر کے اسباب عام طور پر یہ ہوتے ہیں:

(۱) **علم:** اگر علم کے ذریعے تکبر آئے، تو آدمی سوچے کہ اللہ کا دیا ہوا دماغ ہے، اس میں میرا کون سا کمال ہے، اللہ تو میرے دماغ کو ماؤف کرنے پر قادر ہے۔

(۲) **حسب ونسب ہے:** کبھی آدمی کو اپنے نسب پر غرور ہونے لگتا ہے، ایسی حالت میں آدمی کو سوچنا چاہیے کہ ایک گندے پانی سے پیدا ہوا ہے، اگر عالی نسب ہوں، تو میرا کیا کمال ہے؟ دنیا میں آنے کا تو سب ہی کا ایک ہی راستہ ہے، میرے پاس فخر کا کیا امتیاز ہے؟ جس کی ابتداء بھی مٹی ہے اور انتہا بھی مٹی ہے، جس نے اپنے پیٹ میں نجاستوں کو اُٹھایا ہوا ہے، اسے تکبر زیب نہیں، جسم کے جس حصے پر زخم لگ جائے، تو اندر سے نجس خون ہی نکلتا ہے، تو جو اس قدر نجاستوں کا مجموعہ ہے، وہ کس چیز پر ناز کرتا ہے۔

---

(۱) اِحیاء العلوم، ج:۳، ص:۴۴۸۔

(۲) جامع الترمذی۔

(۳) مال: اس مال کی وجہ سے تکبر نے بڑی بڑی قوموں کو ہلاک کر دیا، مال کو آدمی اللہ کا دیا ہو عطیہ سمجھے، اور خیال رکھے کہ آج میں مال کی وجہ سے کسی غریب کو حقیر سمجھ رہا ہوں، تو اللہ قادر ہے کہ مجھے فقیر کر دے اور اسے غنی۔

(۴) حسن و جمال: خوبصورتی کی وجہ سے آدمی بسا اوقات تکبر میں مبتلا ہو جاتا ہے، حالانکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ إِلٰى صُوَرِكُمْ وَ أَمْوَالِكُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَنْظُرُ إِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ﴾ (۱)

''اللہ تمہاری شکلوں اور صورتوں کو نہیں دیکھتا، بلکہ تمہارے اعمال دیکھتا ہے''

یعنی: اللہ کے نزدیک قربت کا معیار اعمال ہیں، شکل وصورت سے اللہ کے یہاں مقام نہیں ملتا، بلکہ تقویٰ کی بنیاد پر مقام ملتا ہے۔

(۵) قوت وطاقت: بسا اوقات آدمی طاقت کی وجہ سے غرور اور تکبر میں مبتلا ہوا کرتا ہے، طاقت بھی تو زائل ہونے والی چیز ہے اور عطیہ خداوندی ہے، اس پر کیوں تکبر کیا جائے...؟

(۶) عبادت کی کثرت: عبادت کی کثرت کی وجہ سے بھی شیطان آدمی کو غرور میں مبتلا کر دیتا ہے، اگر بندہ عبادت کی توفیق پر اللہ کا شکر ادا کرتا رہے، تو اللہ مزید توفیق عطا فرمائے گا اور تکبر کے فتنے سے محفوظ رکھے گا۔ (۲)

حقیقت یہی ہے کہ سارے اسباب آدمی کے پاس نعمتِ خداوندی ہیں، جو بندے کو امتحان اور آزمائش کے لئے اس عارضی دنیا میں دی گئی ہیں، یہ سب فنا ہونے والی ہیں، آدمی صرف اعمال کا ذخیرہ ہی لے کر جائے گا۔

❁❁❁❁❁

---

(۱) صحیح المسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم ظلم المسلم۔

(۲) إحیاء العلوم، ج:۳، ص:۳۴۹۔

شرمگاہ کی حفاظت

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ أَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِفُرُوْجِھِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰی اَزْوَاجِھِمْ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ فَاِنَّھُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْعٰدُوْنَ﴾ (۱)

" اور جو اپنی شرم گاہوں کی (سب سے) حفاظت کرتے ہیں، سوائے اپنی بیویوں اور اُن کنیزوں کے، جو اُن کی ملکیت میں آچکی ہوں، کیونکہ ایسے لوگ قابلِ ملامت نہیں ہیں، ہاں! جو اس کے علاوہ کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہیں، تو ایسے لوگ حد سے گزرے ہوئے ہیں"۔

کامیاب ہیں شرمگاہ کی حفاظت کرنے والے

اہلِ ایمان کی چوتھی خوبی یہ ذکر فرمائی کہ وہ شرمگاہ کی حفاظت کرتے ہیں، شرمگاہ کی حفاظت سے مراد یہ ہے کہ نفس کی خواہش پورا کرنے کی جتنی ناجائز صورتیں ہیں، اُن سب سے اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھتے ہیں۔

مراد اس آیت کی ناجائز اور حرام شہوت رانی اور اس کے تمام مقدمات کو ممنوع کرنا ہے، جن میں سے ابتدا اور انتہا کو وضاحت سے ساتھ بیان فرمادیا، باقی درمیانی تمام فواحش اس میں داخل ہوگئے، بدنظری اس کا ابتدائی درجہ ہے اور اس کا آخری نتیجہ زنا ہے، ان دونوں کو صراحۃً ذکر کرکے حرام کردیا گیا، اُن کے درمیانی حرام مقدمات، مثلاً: باتیں سننا، ہاتھ لگانا، سوچنا وغیرہ یہ سب ضمنی طور پر اس میں آگئے۔

---

(۲) المومنون: ۵-۷۔

شرمگاہ کی حفاظت کا مدار نظر کی حفاظت پر ہے

نظر دل کا دروازہ ہے، اگر یہ بند رہا، تو دل بھی بُرائی سے محفوظ رہے گا اور جب دل محفوظ ہوگا، تو شرمگاہ بھی محفوظ ہو جائے گی، اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿إِيَّاكُمْ وَالْجُلُوْسَ عَلَى الطُّرُقَاتِ.....فَإِنْ أَبَيْتُمْ إِلَّا الْمَجَالِسَ، فَأَعْطُوْا الطَّرِيْقَ حَقَّه، قَالُوْا: وَمَا حَقُّ الطَّرِيْقِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: غَضُّ الْبَصَرِ وَكَفُّ الْأَذٰى وَرَدُّ السَّلَامِ وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾(۱)

”راستوں میں مت بیٹھا کرو اور اگر تمہیں بیٹھنا ہی پڑے، تو پھر راستے کے حقوق ادا کرتے رہنا، صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ راستے کے کیا حقوق ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نظروں کو نیچے رکھنا، راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا، سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم کرنا اور گناہوں سے روکنا“۔

آنکھ، ہاتھ اور پیر کا زنا

راستوں پر بیٹھنے سے اسی لئے منع فرمایا، تاکہ نگاہ محفوظ رہے، اگر نگاہ محفوظ ہوگی، تو دل محفوظ رہے گا اور شرمگاہ کی حفاظت کا دارومدار دل کی حفاظت پر ہے، چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ”آنکھوں کا زنا (غیر محرم کو) دیکھنا ہے، کانوں کا زنا (غیر محرم) کی بات سننا ہے، زبان کا زنا بات کرنا ہے، ہاتھ کا زنا پکڑنا ہے، پاؤں کا زنا چلنا ہے، دل برائی کی آرزو اور تمنا کرتا ہے، شرمگاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے“۔ (۲)

یعنی دل میں جب بُرائی پیدا ہوتی ہے، تو آدمی اس بُرائی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس بُرائی سے بچنے کی جڑ نظر کی حفاظت ہے، جس نے بدنظری کا دروازہ اپنے اوپر کھول دیا، وہ زنا جیسے گھٹیا فعل کے دروازے پر پہنچ گیا، اس لئے نگاہ کی حفاظت کا اہتمام کیا جائے۔

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب أفنیۃ الدور والجلوس علی الصعدات، رقم الحدیث: ۲۴۶۵۔

(۲) مشکوٰۃ المصابیح، ج:۱، ص:۳۲۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿اِضْمَنُوْالِیْ سِتًّا مِنْ اَنْفُسِکُمْ اَضْمَنْ لَکُمُ الْجَنَّۃَ: اُصْدُقُوا اِذَا حَدَّثْتُمْ، وَاَوْفُوْا اِذَا وَعَدْتُم، وَاَدُّوْا الْاَمَانَۃَ اِذَا ائْتُمِنْتُمْ، وَاحْفَظُوْا فُرُوْجَکُم وَغُضُّوْا اَبْصَارَکُمْ وَکُفُّوْا اَیْدِیَکُمْ﴾ (۱)

"تم مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دو، میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں: (۱) بات میں سچائی کی، (۲) امانت میں خیانت نہ کرنے کی، (۳) وعدہ خلافی نہ کرنے کی، (۴) نگاہوں کی حفاظت کی، (۵) ہاتھوں کو ظلم سے روکنے کی، (۶) شرمگاہ کی حفاظت کی۔

بدنظری کے نقصانات

(۱) بدنظری سے کبھی آدمی کا جی نہیں بھرتا، (۲) بدنظری سے نیک اعمال کی توفیق چھن جاتی ہے، (۳) بدنظری سے حافظہ کمزور ہوتا ہے، (۴) بدنظری سے ذلت وخواری کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا، (۵) بدنظری سے برکت ختم ہوجاتی ہے۔ یعنی انسان کی زندگی اور رزق کی برکت ختم کردی جاتی ہے، باوجود کوشش کے کام نہیں ہوتے، یا ہوتے ہوئے کام رک جاتے ہیں، آدمی سمجھتا ہے کہ کسی نے کوئی بندش کرادی ہے، حالانکہ اسی بدنظری کی وجہ ایسا ہوا، آدمی کہتا ہے کہ ایک وقت تھا جب مٹی کو بھی ہاتھ لگاتا تھا، تو سونا بن جایا کرتی تھی اور اب سونے کو بھی ہاتھ لگاتا ہوں، تو مٹی بن جاتا ہے، (۶) بدنظری کرنے والے سے شیطان پُر امید رہتا ہے، یعنی اس کو گمراہ کرنا اس کے لئے بہت آسان ہوجاتا ہے، (۷) بدنظری سے آدمی کے نیک اعمال برباد ہوجاتے ہیں، (۸) بدنظری سے اللہ کی غیرت بھڑک اٹھتی ہے، (۹) بدنظری کرنے والا اور اس کا موقع دینے والی ملعون ہیں۔

---

(۱) مشکوۃ المصابیح، ج:۱، ص:۳۲، الترغیب والترھیب، ج:۳، ص:۲۳۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

﴿ لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَیْہِ ﴾ (۱)

”اللہ لعنت برسائے دیکھنے والے اور دیکھنے کا موقع دینے والے پر“۔

(۱۰) بدنظری کو قرآن میں ”خیانت“ بتایا گیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿ یَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ ﴾ (۲)

”اللہ آنکھوں کی خیانت کو بھی جانتا ہے“۔

(۱۱) بدنظری سے چہرے کا نور ختم ہوجاتا ہے، نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿ لَتَغُضُّنَّ أَبْصَارَکُمْ، وَلَتَحْفَظُنَّ فُرُوْجَکُمْ، أَوْ لَیَکْسِفَنَّ اللّٰہُ وُجُوْهَکُمْ ﴾ (۳)

”تم اپنی نگاہوں کو نیچا رکھو، ورنہ اللہ تمہاری شکلوں کو تبدیل کردے گا“۔

بدنظری سے چہرے کی رونق ختم ہوجاتی ہے، نیکی کا نور ضائع ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس جرمِ عظیم سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

---

(۱) مشکوۃ المصابیح، ص: ۲۷۰۔

(۲) المؤمن: ۱۹۔ (۳) الترغیب والترہیب۔

امانت داری

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ أَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ،بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِأَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ ﴾ (۱)

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿لا إِيْمَانَ لِمَنْ لاأَمَانَةَ لَه﴾

اللہ تعالیٰ نے سورۂ مؤمنون میں اہلِ ایمان کا پانچواں اور چھٹا وصف بتاتے ہوئے ارشادفرمایا: ”(کامیاب ہیں وہ مومن) جواپنی امانتوں اور عہدوں کی رعایت کرنے والے ہیں“۔

اس آیت کریمہ میں اللہ نے اہل ایمان کی کامیابی کی دوخوبیوں کوذکرفرمایاہے:

(۱)امانت داری۔ (۲)وعدے کاپورا کرنا۔

ان ہی دو کے متعلق حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ بہت کم ایسا ہوا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے خطبہ دیا ہواور یوں نہ فرمایا ہو:

﴿ أَلا!لاإِيْمَانَ لِمَنْ لَّاأَمَانَةَ لَهٗ وَلَادِيْنَ لِمَنْ لَّا عَهْدَ لَهٗ ﴾ (۲)

”خبردار!اس آدمی کا کوئی ایمان نہیں،جوامانتدار نہیں اوراس آدمی کا کوئی دین نہیں،جووعدے کاپورانہیں“

اب ہم آج کے بیان میں ان دونوں میں سے پہلی خوبی ”امانت داری“ کوذرا تفصیل سے ذکرکرتے ہیں،امانتیں دوطرح کی ہوتی ہیں:اول حقوق اللہ سے متعلق،دوم حقوق العباد سے متعلق،ان دونوں میں سے کسی بھی قسم میں جان بوجھ کرکوتاہی کرنے والا خیانت کرنے والا شمار ہوگا۔

---

(۱)المؤمنون:۷۔

(۲)مشکوۃ المصابیح،ص:۱۵۔

حقوق اللہ میں امانت داری

اللہ تعالیٰ شانہٗ کے جو بھی احکام ہیں، ان کے متعلق جو شرعی ذمہ داریاں ہیں، ان کا پورا کرنا، فرائض وواجبات کو بجالانا اور حرام اور مکروہ چیزوں سے بچنا، یہ سب امانتوں کی حفاظت میں داخل ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ وضو بھی امانت ہے، نماز بھی امانت ہے، زکوٰۃ بھی امانت ہے اور فرمایا کہ سب سے پہلی وہ چیز جو تم اپنے دین سے کھو بیٹھو گے، وہ امانت ہے اور سب سے آخری چیز جو تم کھو بیٹھو گے، وہ نماز ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ’’سب سے بڑی خیانت اس آدمی کی ہے، جو نماز میں سستی کرتا ہو‘‘۔ (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ دین کے کسی بھی شعبے میں کوتاہی کرنا خیانت ہے، خاص کر کہ نماز میں سستی کرنا، نماز کے فرائض اور واجبات کو نہ جاننا، یہ بھی بڑی خیانت ہے۔

اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ خیانت

اسی لئے اللہ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَخُوْنُوْا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ (۲)

’’اے اہل ایمان! اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت نہ کرو اور آپس کی امانتوں میں بھی جان بوجھ کر خیانت نہ کرو، اور جان لو کہ تمہارے مال اور اولادیں تمہارے لئے آزمائش ہیں‘‘۔

یعنی مال واولاد میں مشغول ہو کر اللہ کے احکامات کو تم چھوڑ نہ دینا اور رسول اکرم ﷺ کی پیروی سے روگردانی نہ کرنا اور مال واولاد کی وجہ سے آپس میں ایک دوسرے کے حق میں کوتاہی نہ کرنا، ورنہ تم خیانت کرنے والے شمار کئے جاؤ گے۔

---

(۱) تفسیر کبیر، ص:۱۷، ج:۲۴۔

جسم کے اعضاء بھی امانت ہیں

آنکھ کی امانت بدنظری سے بچنا اور عبرت کی نگاہ سے دیکھنا ہے، آنکھ کا ناجائز استعمال خیانت ہے۔

کان کی امانت یہ ہے کہ اس کو لغویات کے سننے سے بچایا جائے اور ذکر کی مجالس میں شریک کیا جائے۔

زبان کی امانت یہ ہے کہ اللہ کے ذکر میں مصروف رہے، تلاوتِ قرآن میں مشغول رہے، لوگوں کو نیکیوں کی ترغیب دینا اور گناہوں سے رُکنے کی بات کرنا اور ان کے برے انجام سے ڈرانا، یہ زبان کی امانت داری ہے، بہتان، جھوٹ، غیبت وغیرہ میں مبتلا ہونا اس کی خیانت ہے۔

پاؤں کا اللہ کی اطاعت کی طرف چل کر جانا، یہ ان کی امانت ہے، نافرمانی کی طرف چلنا پاؤں کی خیانت ہے۔

ہاتھ کی امانت کا حق یہ ہے کہ اسے ناجائز کام کی طرف نہ بڑھایا جائے اور خیر کے کام سے پیچھے نہ کھینچا جائے۔

دل کی امانت کا حق یہ ہے کہ اللہ کی محبت اور معرفت سے لبریز ہو اور اس کی خیانت یہ ہے کہ اس میں دنیا کی محبت اور کسی انسان کی ناجائز محبت اور حسد، کینہ اور بغض جیسی مہلک بیماریاں بھری ہوئی ہوں۔ [۱]

حقوق العباد میں امانت داری

اسی طرح بندوں کی جو امانتیں ہیں، خواہ مالی امانت ہو، یا کسی بات کی امانت ہو، کسی بھی راز کی امانت ہو، ان سب کی رعایت کرنا لازم ہے، مالوں کی ادائیگی کو کچھ لوگ امانت داری سمجھتے ہیں، لیکن عام طور سے دوسری چیزوں میں امانت داری نہیں سمجھتے، حالانکہ یہ سب امانتیں ہیں۔

---

(۱) تفسیر روح البیان۔

مجلس کی بات امانت ہے

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ﴿اَلْمَجَالِسُ بِالْأَمَانَةِ﴾ (۱)

''مجالس امانت کے ساتھ ہیں''۔

یعنی مجلسوں کی بات آگے نہ بڑھائی جائے، ہاں! اگر کسی مجلس میں حرام طریقے پر کسی کا خون کرنے، یا زنا کرنے، یا ناحق کسی کا مال چھین لینے کا مشورہ کیا، تو ان چیزوں کو آگے بڑھا دیں، تا کہ متعلقہ آدمی حفاظت کر سکے، ایک حدیث میں ارشاد ہے:

﴿إِذَا حَدَّثَ الرَّجُلُ الْحَدِيْثَ، ثُمَّ الْتَفَتَ فَهِيَ أَمَانَةٌ﴾ (۲)

''جب کوئی شخص بات کہہ دے، پھر اِدھر اُدھر دیکھے (کہ کسی نے سنا تو نہیں) تو یہ بات امانت ہے''۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

﴿كَبُرَتْ خِيَانَةً أَنْ تُحَدِّثَ أَخَاكَ حَدِيْثاً وَ هُوَ لَكَ بِهٖ مُصَدِّقٌ وَ أَنْتَ بِهٖ كَاذِبٌ﴾ (۳)

''یہ بہت بڑی خیانت ہے کہ تو اپنے بھائی سے کوئی بات کہے،
جس میں وہ تجھے سچا سمجھ رہا ہو اور تو اس سے جھوٹ بول رہا ہو''۔

مشورہ بھی امانت ہے

ایک حدیث میں ارشاد ہے: ﴿اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ﴾ (۴)

''بلاشبہ جس سے مشورہ لیا جائے، وہ امانت دار ہے''۔

یعنی مشورہ لینے والے کو وہی مشورہ دے، جو اس کے حق میں بہتر ہو۔

---

(۱)، (۲) سنن أبي داود، کتاب الأدب، باب في نقل الحديث، رقم الحديث: ۴۸۶۹، ۴۸۶۸۔ (۳) سنن أبي داود، کتاب الأدب باب في المعاريض، رقم الحديث: ۴۹۷۱۔ (۴) جامع الترمذي، کتاب الأدب، باب إن المستشار مؤتمن، رقم الحديث: ۲۸۲۲۔

مشورہ کس سے لیا جائے....؟

اور یہ بات بھی ذہن نشین فرمالیں، جس سے آپ مشورہ لیں، اس میں دو خوبیاں پہلے تلاش کریں، اگر دونوں موجود ہوں، تو آپ اس سے مشورہ کریں، انشاء اللہ آپ کو وہ بہتر مشورہ دیگا اور وہ دو خوبیان یہ ہیں:

(۱) آپ کا خیر خواہ ہو: یعنی جس سے آپ مشورہ لے رہے ہیں، وہ آپ کے ساتھ مخلص اور ہمدرد ہو، اگر آپ کے ساتھ مخلص اور ہمدردی کرنے والا ہے، تو وہ آپ کو وہی مشورہ دے گا، جس میں آپ کا کو فائدہ ہوگا، کیونکہ وہ آپ کا خیر خواہ ہے، وہ آپ کا نقصان نہیں چاہتا، لہٰذا مشیر کا خیر خواہ ہونا ضروری ہے۔

(۲) کام سے مناسبت ہو: جس آدمی سے آپ مشورہ طلب کر رہے ہیں، وہ اس کام سے کچھ مناسبت اور واقفیت رکھتا ہو، جس کام کے متعلق آپ نے مشورہ کیا ہے، اگر وہ کام کو جانتا ہی نہیں ہے، تو کیا مشورہ دے گا، ممکن ہے نا اہلی کی وجہ سے آپ کو ایسا مشورہ دے دے، جس میں آپ کو نقصان ہو، اس لئے تجربہ کار مشیر تلاش کیا جائے۔

اداروں کے اموال بھی امانت ہیں

جس ادارے میں آدمی کام کر رہا ہوتا ہے، اس کی تمام اشیاء امانت ہیں اور بہت سے عہدیدار ہیں جن پر دوسروں کے مالوں کی حفاظت کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، یہ سب لوگ اس بات کے پابند ہیں کہ مالوں کی حفاظت کریں اور ذرا سی بھی خیانت نہ کریں، امانت کی حفاظت اور اس کی ادائیگی بہت بڑی ذمہ داری ہے، یہ سارے عہدے جنہیں دنیا میں خوشی خوشی قبول کر لیا جاتا ہے، پھر ان سے متعلقہ ذمہ داریوں کو پورا نہیں کیا جاتا، قیامت کے دن وبال بن جائیں گے۔

نااہلوں کو عہدہ دینا خیانت ہے

بہت سے لوگ نااہلوں کو اپنی کوشش سے، یا اپنے اقتدار سے چھوٹے بڑے عہدے دے دیتے ہیں، یا دلا دیتے ہیں، حالانکہ یہ جانتے ہیں کہ جس کو عہدہ دیا جارہا ہے، وہ اس عہدہ کا اہل نہیں ہے، یہ عہدہ ایک امانت ہے، اس کی ذمہ داری بہت بڑی ہے، لیکن دنیاوی تعلقات اور دنیاوی منافع کے پیش نظر جو فاسقوں، فاجروں، ظالموں، بے نمازیوں کو عہدے دیئے اور دلائے جاتے ہیں، یہ سب امانت میں خیانت ہے، معلوم ہوا کہ امانت داری مؤمنین کی بہت بڑی صفت ہے، اور خیانت منافقوں کا کام ہے۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ﴾ (۱)

''منافق کی تین نشانیاں ہیں: (اگر چہ وہ روزہ رکھے اور نماز پڑھے اور مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے)

(۱) جب بات کرے، تو جھوٹ بولے، (۲) جب وعدہ کرے، تو خلاف کرے،

(۳) اور اگر اس کے پاس امانت رکھ دی جائے، تو خیانت کرے''۔

ذمہ داری پوری نہ کرنا بھی خیانت ہے

جس آدمی کو کام کی ذمہ داری سونپی جائے اور وہ صحیح نہ کرے یا ملازم پورا وقت نہ دے تو یہ بھی خیانت ہے، آج سرکاری وغیر سرکاری اداروں میں یہ خیانت عام ہے، افسران اور ملازمین دونوں اس خیانت میں مبتلا ہیں۔ اللہ ان خیانتوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

❁❁❁❁❁

---

(۱) رواہ مسلم، رقم الحدیث: ۱۰۷۔

ایفائے عہد

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ أَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوْذُ بِا للّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرحيم.

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِأَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ﴾ (۱)

”اور (کامیاب ہیں وہ لوگ) جو امانتوں اور وعدے کی پاسداری کرتے ہیں“

امانتوں کی حفاظت کے ساتھ عہد کی حفاظت کو بھی مؤمنین کی صفاتِ خاصہ میں شمار فرمایا، مؤمن بندوں کا اللہ تعالیٰ سے عہد ہے کہ اس کے فرمان کے مطابق چلیں گے، تمام اعمال و احوال میں اس کا خیال رکھیں گے اور اللہ تعالیٰ کے فرمان بردار ہوکر رہیں گے اور نافرمانی نہیں کریں گے اور بندوں سے جو کوئی معاہدہ ہوجائے، کسی بات کا وعدہ کرلیں، تو اس کو پورا کریں گے، بشرطیکہ گناہ کا معاہدہ نہ ہو۔

بہت سے لوگ قرض لے لیتے ہیں اور ادائیگی کی تاریخ مقرر کردیتے ہیں، پھر تاریخ آجانے پر ادائیگی کا انتظام نہیں کرتے، بلکہ انتظام ہوتے ہوئے بھی ٹالتے ہیں، یہ سب بدعہدی میں آتا ہے، جبکہ حدیث میں آتا ہے:

﴿مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ﴾ (۲)

”مالدار کا قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا ظلم ہے“۔

اور اس کے علاوہ بہت سی صورتیں ہیں، جو روز مرّہ پیش آتی رہتی ہیں، جن لوگوں کا دینی مزاج نہیں ہوتا، وہ عہد اور وعدہ کی خلاف ورزی کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔

---

(۱) المؤمنون: ۸۔

(۲) رواہ البخاری فی کتاب الاستقراض وأداء الدیون، باب مطل الغنی ظلم، رقم الحدیث: ۲۴۰۰۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقاً خَالِصاً، وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا: إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَ إِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ﴾ (۱)

''جس میں چار چیزیں ہونگی، خالص منافق ہوگا اور جس کے اندر ان میں سے ایک خصلت ہوگی، اس کے اندر منافقت کی ایک خصلت شمار ہوگی، وہ چار خصلتیں یہ ہیں:

(۱) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے، (۲) جب بات کرے تو جھوٹ بولے، (۳) جب معاہدہ کرے تو دھوکہ دے، (۴) جب جھگڑا کرے تو گالیاں بکے''۔

قرآن وحدیث میں وعدے نبھانے کو بہت اہمیت دی گئی ہے، وعدوں کی ابتدائی دو اقسام ہیں:

پہلی قسم: بندے اور ربّ کے درمیان وعدہ، اس کی بھی چند صورتیں ہیں:

(۱) ایمان میں وعدہ: اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی نے اسلام قبول کرلیا، تو اس نے عہد کرلیا کہ میں اللہ کے تمام اوامر کو مانوں گا اور جو بھی احکام ہوں گے، ان سب پر عمل کروں گا اور جن چیزوں سے منع فرمایا ہے، ان سب سے بچتا رہوں گا، خواہ اللہ کی کتاب قرآن مجید میں وہ احکام ہوں، یا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی زبان سے کہلوائے ہوں، شریعت کے بیان کردہ تمام فرائض و واجبات کو پورا کرنا اللہ سے وعدے کا پورا کرنا ہے اور ان کو بجا نہ لانا اللہ تعالیٰ کے وعدوں کو توڑنے کے زمرے میں آتا ہے، جبکہ ایک روایت میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''عہد پورے کرو، اللہ نے جو حلال قرار دیا ہے اور جو حرام قرار دیا ہے اور جن چیزوں کو فرض کیا ہے اور جو قرآن میں حدود بیان کیں، ان سب احکام پر عمل کرو، ان کی ادائیگی میں کوئی غدر نہ کرو اور عہد شکنی نہ کرو''۔ (۲)

---

(۱) رواہ البخاری فی کتاب الایمان، باب علامات المنافق، رقم الحدیث: ۳۴۔

(۲) درِ منثور، ص: ۲۵۳، ج: ۲، بحوالہ بیہقی۔

(۲) قسموں کے وعدے: جب انسان کوئی قسم کھا کر کسی چیز کو اپنے اوپر لازم کر لیتا ہے، تو اس کی پاسداری بھی بندے پر ضروری ہوتی ہے، جہاں تک ممکن ہو سکے اس کو پورا کرے، کیونکہ قسم کھا کر اس نے اللہ تعالیٰ کے نام کو استعمال کیا ہے، اس کی عظمت کا تقاضا ہے کہ اس عہد و پیمان کو پورا کرے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَاحْفَظُوْا أَيْمَانَكُمْ﴾ (۱)

''قسموں کی حفاظت کرو''۔

قسم کا کفارہ: اور اگر قسم کے اس عہد کو توڑتا ہے، تو کفارہ لازم آتا ہے اور وہ دس مساکین کو دو وقت کا کھانا کھلائے، یا دس مساکین کو کپڑوں کا ایک ایک جوڑا مہیا کرے اور یا مسلسل تین دن کے روزے رکھے، ان تینوں صورتوں میں کسی ایک کو بھی اختیار کرے گا، تو کفارہ ادا ہو جائے گا، لیکن گناہ والی نذر پر قسم کا کفارہ لازم آئے گا۔

(۳) نذر کا وعدہ: جب بندہ نذر مان کر کسی نفل عبادت کو اپنے اوپر لازم کر لیتا ہے، تو اس پر واجب ہوتا ہے کہ اس نذر کو پورا کرے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلْيُوْفُوا نُذُوْرَهُمْ﴾ (۲)

''چاہیے کہ نذروں کو پورا کریں''۔

لیکن اگر گناہ کی نذر مان لیتا ہے، تو اس کا پورا کرنا جائز نہیں اور قسم کا کفارہ لازم آئے گا۔

دوسری قسم: بندوں کے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ وعدے، اس کی بھی چند صورتیں ہیں:

(۱) منگنی کا وعدہ: جب آپ نے اپنے بیٹے، یا بیٹی کا رشتہ کسی جگہ دے دیا، یعنی: منگنی کر دی، ابھی تک نکاح نہیں ہوا، تو یہ بھی ایک وعدہ ہے، بغیر کسی معقول عذر کے اس منگنی کا توڑنا جائز نہیں ہے، اس وعدے کو پورا کیا جائے، ہاں! اگر بعد میں معلوم ہوا کہ رشتہ صحیح نہیں ہے، لڑکی، لڑکے کی

---

(۱) سورۃ المائدہ۔

(۲) الحج:۲۹۔

زندگی ایک ساتھ نہیں گذر پائے گی، تو توڑنے میں امید ہے کہ قابلِ گرفت بات نہ ہوگی۔

(۲) عقدِ نکاح کا وعدہ: جب میاں بیوی کے درمیان ایجاب وقبول کرایا جاتا ہے، تو گویا دونوں اس وقت وعدہ کر رہے ہوتے ہیں کہ ہم ایک دوسرے کے حقوق ادا کریں گے، جو بھی اس وعدے کی خلاف ورزی کرے گا، اس کی گرفت ہوگی۔

(۳) شراکت کے وعدے: ایک کاروبار میں جب دو آدمی شریک ہوتے ہیں، تو باہمی اعتماد کی وجہ سے جو آپس میں عہد و پیمان ہوئے ہیں، ہر فریق پر اس کی پاسداری لازم ہے، زبان سے لفظ وعدہ کہیں، یا نہ کہیں، یہ باہمی شرکت خود ایک وعدہ ہے، کوئی شریک دوسرے کے ساتھ غداری اور دھوکہ نہ کرے، حدیث میں ہے:

﴿يَدُ اللّٰهِ عَلَى الشَّرِيْكَيْنِ مَا لَمْ يَخُنْ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ فَإِذَا خَانَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ رَفَعَهُمَا عَنْهُمَا﴾

"(کہ) جب تک یہ دونوں اس عہد و پیمان پر قائم رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی مدد شاملِ حال رہتی ہے اور جب کوئی ایک خیانت کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اپنی مدد کو اٹھالیتا ہے"۔

اس وعدے کی خلاف ورزی کی وجہ سے باہمی بدگمانیاں پیدا ہوتی ہیں اور پھر ہر ایک فریق کی توجہات دوسرے کے عیوب بن جاتے ہیں، جس کا لازمی نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ چلتا کاروبار ٹھپ ہوجاتا ہے اور بدگمانی سے برکتیں ختم ہوجاتی ہیں، اللہ کی مدد جب ہٹ جائے، تو پھر برکت کہاں سے آئے گی...!

(۴) عمومی وعدے: جو عام طور پر زندگی میں دو آدمی آپس میں وعدے کر لیتے ہیں اس میں ان تمام شرائط کی پابندی لازم ہے، جو شریعت کے مخالف نہ ہوں۔

(۴) عوام وحکومت کے درمیان عہد و پیمان: جس ملک کی آدمی شہریت اختیار کرتا ہے، اس ملک کے نظم وضبط کو برقرار رکھنے کے لئے جس قدر قوانین ہوتے ہیں، اس کی پابندی بھی وعدے ہی کے زمرے میں آتی ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ وہ قوانین قرآن اور سنت سے متصادم بھی نہ ہوں اور ظلم وزیادتی پر بھی مبنی نہ ہوں۔

مندرجہ بالا وعدوں کی تمام صورتوں کی پابندی کرنی چاہیے، خواہ ان کا تعلق اللہ کے حقوق سے ہو، یا بندوں کے حقوق سے، بہت سے لوگ قرض لے لیتے ہیں اور ادائیگی کی تاریخ مقرر کر دیتے ہیں اور تاریخ آنے پر بھی انتظام نہیں کرتے، بلکہ انتظام ہوتے ہوئے بھی ٹالتے ہیں، یہ سب بدعہدی میں آتا ہے اور اس کے علاوہ بہت سی صورتیں ہیں، جو روزمرہ پیش آتی رہتی ہیں، جن لوگوں کا دینی مزاج نہیں ہوتا، وہ عہد اور وعدہ کی خلاف ورزی کو کوئی وزن نہیں دیتے۔

وعدہ توڑنا گناہ ہے

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقاً خَالِصاً، وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِّنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا: إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَ إِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ﴾ (۱)

''جس میں چار چیزیں ہوں گی، وہ خالص منافق ہوگا اور جس کے اندر ان میں سے ایک خصلت ہوگی، اس کے اندر منافقت کی ایک خصلت شمار ہوگی، وہ چار خصلتیں یہ ہیں:

(۱) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے، تو خیانت کرے، (۲) جب بات کرے، تو جھوٹ بولے، (۳) جب معاہدہ کرے، تو دھوکہ دے، (۴) جب جھگڑا کرے، تو گالیاں دے''۔

(۱) رواہ البخاری فی کتاب الایمان، باب علامات المنافق، رقم الحدیث: ۳۴۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿اِضْمَنُوْا لِیْ سِتًّا مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَضْمَنْ لَکُمُ الْجَنَّةَ اُصْدُقُوْا اِذَا حَدَّثْتُمْ وَاَوْفُوْا اِذَا وَعَدْتُّمْ وَاَدُّوْا اِذَا ائْتُمِنْتُمْ وَاحْفَظُوْا فُرُوْجَکُمْ وَغُضُّوْا اَبْصَارَکُمْ وَکُفُّوْا اَیْدِیَکُمْ﴾ (۱)

’’تم مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دے دو، میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں:

(۱) جب بات کرو، تو سچ بولو،

(۲) وعدہ کرو، تو پورا کرو،

(۳) جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے، تو اس کو ادا کرو،

(۴) اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھو،

(۵) اپنی آنکھوں کو نیچے رکھو (یعنی کسی جگہ ناجائز نظر نہ ڈالو)،

(۶) اور اپنے ہاتھوں کو (بے جا استعمال کرنے سے) روکے رکھو‘‘۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

---

(۱) مشکوۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب حفظ اللسان، رقم الحدیث: ۴۸۷۰۔

نمازوں کی حفاظت کرنے والے

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ أَمَّا بَعۡدُ!

فَأَعُوۡذُ بِا للّٰہِ مِنَ الشَّیۡطَانِ الرَّجِیۡمِ، بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

﴿وَالَّذِیۡنَ ھُمۡ عَلٰی صَلٰوتِہِم خَاشِعُوۡنَ﴾ (۱)

حفاظت سے مراد یہ ہے کہ نماز کو آداب و مستحبات کی رعایت کیساتھ ان کے مقررہ اوقات میں ادا کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿خَمۡسُ صَلَوَاتٍ اِفۡتَرَضَھُنَّ اللّٰہُ تَعَالیٰ مَنۡ أَحۡسَنَ وُضُوۡءَ ھُنَّ وَصَلَّاھُنَّ لِوَقۡتِھِنَّ وَأَتَمَّ رَکُوۡعَھُنَّ وَخُشُوۡعَھُنَّ کَانَ لَہ عَلیٰ اللّٰہِ عَھۡدٌ أَنۡ یَّغۡفِرَ لَہ وَمَنۡ لَمۡ یَفۡعَلۡ فَلَیۡسَ لَہ عَلیٰ اللّٰہِ عَھۡدٌ إِن شَاءَ غَفَرَ لَہ وَإِنۡ شَاءَ عَذَّبَہ﴾ (۲)

”پانچ نمازیں اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہیں، جس نے اچھی طرح وضو کیا اور پھر ان کو بروقت ادا کیا اور ان کا رکوع اور سجود پورا کیا، اسکے لیے اللہ کا عہد ہے کہ مغفرت فرمادے گا، اور جس نے ایسا نہ کیا، تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا کوئی عہد نہیں، اگر چاہے، اسکی مغفرت فرمادے اور چاہے، تو اس کو عذاب دے“۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن نماز کا تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿أَنَّہُ ذَکَرَ الصَّلٰوۃَ یَوۡماً فَقَالَ مَنۡ حَافَظَ عَلَیۡھَا کَانَتۡ لَہُ نُوۡراً وَ بُرۡھَاناً وَ نَجاۃً یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ، وَمَنۡ لَمۡ یُحَافِظۡ عَلَیۡھَا لَمۡ تَکُنۡ لَّہُ نُوۡراً وَلَا بُرۡھَاناً وَلَا نَجاۃً، وَکَانَ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ مَعَ قَارُوۡنَ وَ فِرۡعَوۡنَ وَ ھَامَانَ وَأُبَیِّ بۡنِ خَلۡفٍ﴾ (۳)

---

(۱) المؤمنون۔ (۳) بخاری، أبوداود۔

(۲) سنن أبي داود، کتاب الصلاۃ، باب فی المحافظۃ علیٰ وقت الصلوات، رقم الحدیث: ۴۲۵۔

’’جس نے نماز کی پابندی کی، قیامت کے دن اس کے لیے نماز نور ہوگی اور (ایمان کی) دلیل ہوگی اور دوزخ سے نجات کا سبب ہوگی اور جس نے نماز کی پابندی نہ کی، اس کے لیے نماز نہ نور ہوگی، نہ دلیل ہوگی، نہ نجات کا سامان ہوگی اور وہ قیامت کے دن قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا‘‘۔

جنت کی چابی

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ’’نماز کی چابی وضو ہے اور جنت کی چابی نماز ہے‘‘۔(۱)

حضرت وھب رحمہ اللہ سے کسی نے کہا کہ کیا ’’لا إلـہ إلا اللّٰہ‘‘ جنت کی چابی ہے؟ فرمایا: جی ہاں! لیکن چابی کے دندانے ہوتے ہیں، اگر تم ایسی چابی لے کر گئے، جس کے دندانے ہوئے، تو جنت کھل جائے گی، ورنہ نہیں، نماز اور دیگر اعمال صالحہ کا اختیار کرنا اور گناہ سے بچنا اس کے دندانے ہیں۔

کامیاب مسلمان کی تمام صفات کا خلاصہ

(۱) نماز میں خشوع اختیار کرنے والے، (۲) بے ہودہ باتوں سے کنارہ کشی اختیار کرنے والے، (۳) پاکی اختیار کرنے والے، (۴) شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے، (۵) امانتوں کی پاسداری کرنے والے، (۶) وعدوں کو پورا کرنے والے، (۷) نماز کی حفاظت کرنے والے۔

ان تمام صفات میں تمام حقوق اللہ اور تمام حقوق العباد کا تذکرہ آ گیا اور قابل غور بات یہ ہے کہ آغاز بھی نماز سے کیا اور اختتام بھی نماز سے، اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ جو آدمی نماز کی حفاظت کرے گا، درمیان والی ساری صفات اختیار کرنے کی اللہ تعالیٰ اس کو توفیق دیں گے۔

---

(۱) جامع ترمذی حدیث نمبر۴۔

ان صفات کے اپنانے پر اجر

ان تمام صفات کو ذکر کرنے کے بعد ارشاد فرمایا:

''یہی وہ لوگ ہیں جو جنت الفردوس کے وارث ہیں، اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے''۔ (۱)

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿فِي الْجَنَّةِ مِائَةُ دَرَجَةٍ مَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، وَالْفِرْدَوْسُ أَعْلَاهَا دَرَجَةً، وَ مِنْهَا تُفَجَّرُ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ الْأَرْبَعَةِ، وَ مِنْ فَوْقِهَا يَكُونُ الْعَرْشُ، فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْئَلُوهُ الْفِرْدَوْسَ﴾ (۲)

''جنت میں سو (۱۰۰) درجات ہیں، ایک درجہ سے دوسرے درجہ کے درمیان اتنا فاصلہ ہے، جتنا کہ زمین آسمان کے درمیان ہے اور ان میں سب سے اعلیٰ جنت الفردوس ہے، لہٰذا جب تم اللہ سے سوال کرو، تو جنت الفردوس کا سوال کیا کرو، کیونکہ وہ جنت کا سب سے اچھا اور سب سے بلند مقام ہے اور اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے اور اسی سے جنت کی چاروں نہریں پھوٹتی ہیں۔''

فائدہ: جنت کے باقی درجات پر اس درجہ کو بلندی مقام کے علاوہ دو فضیلتیں اور حاصل ہیں:

(۱) جنت الفردوس کی چھت اللہ کا عرش ہے، اس میں اللہ کے قرب کی انتہاء ہے۔

(۲) جنت الفردوس سے ۴ نہریں نکل رہی ہیں:

۱- صاف وشفاف پانی کی نہر، ۲- ایسے دودھ کی نہر، جس کا ذائقہ کبھی خراب نہ ہوگا۔

۳- جنت کے شراب کی نہر، ۴- صاف ستھرے شہد کی نہر۔

ان نہروں کا تذکرہ ''سورۂ محمد'' میں بھی موجود ہے۔ (۳) اللہ تعالیٰ ہمیں ان تمام صفات کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے اور جنت الفردوس کا وارث بنائے، آمین۔

---

(۱) بخاری، أبوداود۔ (۲) جامع الترمذی، أبواب صفة الجنة، رقم الحدیث: ۲۵۳۱۔

(۳) مرقاة، ج: ۱۰، ص: ۲۸۸۔

قربانی کے احکام

والدین کے حقوق

پرفتن دور کے اعمال

حضرت ابودرداءؓ کی نصیحتیں

رمضان کے احکام
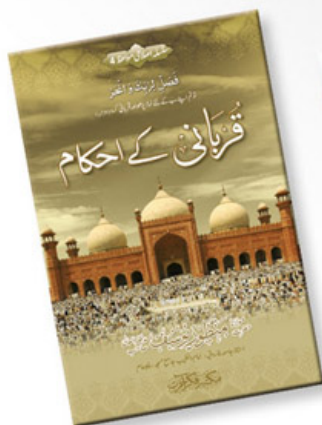
مکتبۃ الارشاد

ملیر ہالٹ کراچی